ماہنامہ محدث بنارس

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا عبدالوہاب حجازی

معاون مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی — **مولانا عبدالمتین مدنی**

عدد مسلسل: ۳۲۹
جلد: ۲۹ ، شمارہ: ۵

جمادی الآخرۃ ۱۴۳۲ھ

مئی ۲۰۱۱ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالسلام مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مدیر	۴
۴-توحید اور شرک کا بیان	شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ	۷
۵-دارالحدیث رحمانیہ دہلی......	مولانا اسعد اعظمی	۱۰
۶-مومن کی شان دنیا میں مہمان	مولانا عبدالمتین مدنی	۱۴
۷-بدھ مت	مولانا محمد مستقیم سلفی	۱۷
۸-اتباع سنت کی اہمیت	مطیع اللہ سلفی	۲۱
۹-زن وشوہر کے حقوق وفرائض	حافظ عبدالرحمٰن سلفی	۲۶
۱۰-انسانی حقوق کے سلسلے میں......	سعید الرحمٰن عبدالمجید سلفی	۳۰
۱۱-جماعت اہلحدیث کی حدیثی خدمات	فصیح الرحمٰن بن محمد انسان	۳۴
۱۲-جائز اور ناجائز حق آزادی	مستفیض الرحمٰن محمد ریحان	۳۸
۱۳-مسابقہ برائے تحریر وتقریر......	عبیداللہ الباقی عبدالسلام	۴۱
۱۴-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۴
۱۵-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۶
۱۶-باب الفتاوی	مولانا نورالہدی سلفی	۴۷

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپے

مراسلت کا پتہ

دار التالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱جی، ریوڑی تالاب
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

نماز کی فرضیت اور جماعت کی اہمیت

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلاَةَ فَاذْكُرُواْ اللّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ إِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً﴾ (نساء:۱۰۳)

پھر جب تم (لوگ) نماز کو ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے رہو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو بیشک نماز مومنین پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

اللہ تعالی نے مومنین سے اجتماعی خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نماز مومنین پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے، جس طرح حج بیت اللہ کے لیے مہینوں کو خاص کر دیا کہ انہیں مہینوں میں حج کے لیے احرام باندھا جاسکتا ہے۔ اسی طرح فرض نمازیں وقت مقررہ پر ہی ادا کرنی چاہئے اور ان فرض نماز کے پانچ اوقات کو عملی طور پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو بتلایا گیا۔ (صحیح بخاری:۴۹۹)

عبادتوں کے میدان میں سب سے اہم فریضہ نماز ہے، جس کی تاکید قرآن مجید کی بہت سی آیتوں سے ہوتی ہے، جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو نماز پڑھا کر اس کے اول وآخر وقت کی تعیین فرمائی، اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی امت سے یہ فرمایا کہ "صلوا كما رأيتموني أصلي" (صحیح بخاری: ۶۰۵) کہ نماز اسی طرح سے پڑھو جس طرح تم لوگ مجھ کو پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

نماز نبوی کو جاننے کے لیے ان احادیث پر دھیان دیا جانا چاہئے جس میں صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی نماز کی ہیئت وکیفیت کا ذکر کیا ہے اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ حکم ہے کہ جب جنگ وفساد کا خوف نہ ہو تو نماز کو وقت پر قائم کرو، اس سے مسجد میں حاضری اور جماعت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو اس کی اہمیت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔

☆☆☆

درس حدیث: ۱۴۵

بروز قیامت قصاص وبدلہ

تحریر: مولانا عبدالسلام مدنی/ استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

قال البخاريؒ: باب القصاص يوم القيامة، ......

عن أبي المتوكل الناجي، أن أبا سعيد الخدري رضي الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ: يخلص المؤمنون من النار، فيحبسون على قنطرة بين الجنة والنار، فيقص لبعضهم من بعض مظالم كانت بينهم في الدنيا، حتى إذا هذبوا ونقوا أذن لهم في دخول الجنة، فوالذي نفس محمد بيده لأحدهم أهدى بمنزله في الجنة منه بمنزله كان في الدنيا. (بخاری مع الفتح، ج۱۱، ص۳۹۵)

ترجمہ: امام بخاریؒ فرماتے ہیں: یہ باب بروز قیامت قصاص اور بدلہ کے بیان میں ہے، حضرت ابوالمتوکل ناجیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: (جب) جہنم سے مومن لوگ نجات پاجائیں گے تو جنت اور جہنم کے درمیان ایک (دوسرے) پُل پر روک دیئے جائیں گے، اور دنیا میں جو آپس میں ظلم اور زیادتی ہوئی تھی اس کا باہم قصاص اور بدلہ لیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ پاک وصاف بنادیئے جائیں گے تو جنت میں انہیں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، تو اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، ان میں سے ہر ایک اپنے دنیاوی گھر سے زیادہ جنتی منزل کا جاننے والا ہوگا۔ (بخاری شریف)

تشریح: امام بخاریؒ نے اپنے اس ترجمۃ الباب میں قیامت کے کئی نام گنائے ہیں: (۱) الحاقة (ثابت ہونے والی) (۲) القارعة (دلوں کو کھٹکھٹانے والی) (۳) الغاشية (ڈھانپ لینے والی) (۴) الصاخة (کان بہرے کردینے والی) (۵) التغابن (خسارہ دینے والی)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے قیامت کے یہ ۵/نام ذکر فرمائے ہیں مگر غزالیؒ پھر قرطبیؒ نے قیامت کے ۸۰/ نام ذکر کئے ہیں۔ (فتح ج۱۱، ص۳۹۶)

حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ پُل صراط پار کرجانے والے حضرات حقوق العباد کی ادائیگی اور قصاص اور بدلہ دینے کے لیے جنت سے پہلے ایک دوسرے پُل پر روک دیئے جائیں گے، اور جب ظلم اور زیادتی کا پورا بدلہ ہوجائے گا تو اپنی جنت میں جاسکیں گے اور وہاں بآسانی پہنچ سکیں گے۔

بروز قیامت بدلہ اور قصاص چکانے کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "من كانت عنده مظلمة لأخيه فليتحلله منها، فإنه ليس ثم دينار ولا درهم، من قبل أن يؤخذ لأخيه من حسناته، فإن لم يكن له حسنات أخذ منه سيئات أخيه فطرحت عليه"۔ (بخاری مع الفتح ج۱۱، ص۳۹۵) یعنی "جس انسان کا اپنے بھائی پر کچھ بھی ظلم وزیادتی ہو تو اس سے پہلے کہ (قیامت میں) ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں، اور اگر نیکیاں نہ ہوں تو مظلوم کی برائیاں ظالم کے سر ڈال دی جائیں، (اسی دنیا میں) اپنی زیادتی اور ظلم کو (کچھ دے دلا کر، یا صرف عفو ودرگذر کرا کے) حلال کرالے، اس لیے کہ وہاں درہم ودینار روپے پیسے نہیں ہوں گے۔ (بخاری شریف)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بروز قیامت قصاص وبدلہ صرف نیکیوں کو چھین کر مظلوم کو دے کر اور نیکیاں ختم ہوجانے اور مظلوم کی برائیاں ظالم پر لاد دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ اللهم احفظنا۔

رب العالمین! ہم جملہ کلمہ گو بھائیوں کو آخرت کی تیاری کرنے والا، اور وہاں کے حساب وکتاب اور قصاص وبدلہ کی فکر دے دے، آمین۔

☆☆☆

افتتاحیہ

اہل بیت کے فضائل ومناقب

(۳) اہل بیت سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ثابت فضائل ومناقب میں سے بڑے حصے کا تعلق عصر نبوت کے ان اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہے جو ہمارے رسول کے صحابہ وصحابیات تھے اور کچھ میں عموم ہے جو قیامت تک آنے والے اہل بیت کو بھی شامل ہے۔

حجۃ الوداع سے مدینہ کو لوٹتے ہوئے ۱۸/ذی الحجہ کو ہمارے رسول ﷺ نے جحفہ سے قریب خم نام کے ایک شخص کے تالاب پر پڑاؤ ڈالا تھا جو 'غدیر خم' سے مشہور ہے، وہاں آپ نے ایک مختصر خطبہ دیا تھا، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ: "إني تارك فيكم ثقلين، أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور .... وأهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا"۔ (صحیح، رواہ ابن ابی عاصم فی السنۃ: ۱۵۵۶)

یعنی میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جن میں ایک کتاب اللہ قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے...... دوسری چیز میرے گھر گھرانے والے ہیں، اپنے گھر والوں کے متعلق میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، بطور تاکید آپ نے اسے تین بار فرمایا، یعنی اللہ اور اس کے خوف وانتقام کو یاد کرو، اگر تم نے اہل بیت نبی کا حق ضائع کیا اور اللہ اور اس کے رحمت وثواب کو یاد کرو، اگر تم نے اہل بیت نبی کا حق ادا کیا۔

یہ حدیث عام ہے اور تا قیامت اہل بیت نبی کے لیے ہے، اہل بیت کی تکفیر کا راستہ اپنانے والے اپنی عاقبت کی فکر کریں، ھداھم اللہ۔

مزید یہ کہ ثقل قرآن کے ساتھ ثقل اہل بیت کے ذکر سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کو قرآن وسنت کا اہتمام زیادہ بڑھ چڑھ کر کرنا ہوگا، ورنہ پھر ان کا ثقل ہونا معتبر نہیں ہوگا اور پسر نوح کی طرح معاملہ ہوگا، حسب ارشاد قرآن: ﴿انه ليس من أهلك انه عمل غير صالح﴾ (ھود: ۴۶) یعنی اے نوح تمہارا بیٹا تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے، وہ تو بالکل ناپسندیدہ عمل والا ہے۔

ایک صحیح حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "ان الله اصطفى بني اسماعيل، واصطفى من بني اسماعيل كنانة، واصطفى من كنانة قريشا، واصطفى من قريش بني هاشم، واصطفاني من بني هاشم" (مسلم: ۲۲۷۶) یعنی اللہ نے اولاد اسماعیل کو منتخب فرمایا اور اولاد اسماعیل سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور مجھے بنی ہاشم سے منتخب فرمایا۔

اس سے اللہ کے نزدیک بنی ہاشم کے منتخب وچنیدہ ہونے کی دلیل ملتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وأزواجه أمهاتهم﴾ (الاحزاب:٦) نبی کی بیویاں آپ کی اہل بیت اور مومنوں کی مائیں ہیں۔احادیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ آخرت میں بھی یہ آپ کی بیویاں ہیں، ان کے فضائل ومناقب نہایت عظیم ہیں، یہاں صرف دوممتاز ترین ازواج یعنی حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصدیق ابوبکر کے فضائل کی جانب ایک ہلکا اشارہ کیا جارہا ہے۔

ام المومنین خدیجہ ہمارے رسول کی پہلی بیوی ہیں، آپ کی اکثر اولاد انہیں سے ہیں، آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی یہی ہیں، آپ کے دل میں ان کا بڑا مقام تھا، ہجرت سے پہلے آپ کو ان کے ذریعہ جو تعاون ملا وہ بے مثال ہے، رمضان المبارک میں غار حرا کے لیے جب آپ تشریف لے جاتے تو وہ خود وہاں جاتیں، آپ کی ضروریات کا انتظام کرتیں۔ایک بار پیالہ میں کھانے کا سامان لے کر چلیں، حضرت جبرئیل نے کہا: اے محمد! وہ خدیجہ آرہی ہیں، وہ جب آئیں تو انہیں ان کے رب کا سلام کہئے اور انہیں جنت میں ایک موتی کے محل کی بشارت دے دیجئے جس میں نہ شور وشغب ہوگا اور نہ تکان ہوگی۔(صحیح سنن الترمذی:۳۰۵۱)

رب کے سلام اور جنت کی بشارت خاص کر خواتین اسلام کے لیے توجہ کی چیز ہے، اس لیے کہ یہی ان کی اصل تاریخ ہے۔

ایک حدیث میں ہے:''دنیا بھر کی عورتوں میں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زوجہ فرعون فضل وکمال میں تمہارے لیے کافی ہیں''۔(صحیح سنن الترمذی:۳۰۵۳)

علماء نے لکھا ہے کہ ان تینوں میں ایک وصف قدر مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے کہ ہر ایک نے ایک نبی کی کفالت کی ہے، مریم نے عیسی کی، آسیہ نے موسی کی اور خدیجہ نے ہمارے رسول محمد ﷺ کی، اور فاطمہ نے دور مکہ ہی سے نبی کی خدمت کی ہے۔

اور ام المومنین عائشہ صدیقہ دور مدینہ میں سوکنوں کے درمیان نبی کا سچا ساتھ نبھانے والی، اور علم وایمان اور تصدیق میں کمال رکھنے والی نبی ﷺ کی چہیتی زوجہ محترمہ تھیں، صرف انہیں کا امتیاز ہے کہ نبی کے ساتھ لحاف میں ہوتی تھیں اور اس حال میں آپ پر وحی آیا کرتی تھی، ایک حدیث میں فرماتی ہیں کہ جبریل سبز ریشم کے کپڑے میں میری صورت رسول ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا: ان هذه زوجتك في الدنيا والآخرة. (صحیح سنن الترمذی:۳۰۴۱) یعنی دنیا اور آخرت میں یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''عائشہ یہ جبریل ہیں وہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، کہتی ہیں کہ میں نے کہا:''وعليه السلام ورحمة الله وبركاته ترى ما لا نرى''۔(صحیح سنن الترمذی:۳۰۴۲)

نبی ﷺ کے انتقال کے بعد، اشاعت علم دین، اور تبلیغ واصلاح معاشرت میں ان کا پایہ اس قدر بلند ہے کہ پورا عالم اسلام ان سے مستفید ہورہا تھا۔

عطاء بن ابی رباح تابعی کہتے ہیں: كانت عائشة أفقه الناس وأعلم الناس یعنی عائشہ ام المومنین سب سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والی اور سب سے زیادہ علم رکھنے والی تھیں۔

امام زہری سید التابعین کہتے ہیں: كانت عائشة أعلم الناس يسألها الأكابر من أصحاب رسول الله

ﷺ یعنی عائشہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والی تھیں، بڑے بڑے اصحاب رسول ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

عورتیں خاص طور پر اپنی اس اصل تاریخ پر غور کریں، اور ازواج مطہرات خصوصا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب وشتم کرنے والے اپنے ایمان کی خبر لیں کہ اللہ تو انہیں جنت میں اپنے نبی کے درجہ میں جگہ عطا فرمائے اور وہ لوگ انہیں برا بتائیں، یہ دراصل رسول اور اللہ کی بھی تنقیص ہے، کاش لوگ اس عادت سے باز آجائیں اور اپنی عاقبت کی فکر کریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان دس لوگوں میں سے چوتھے درجے پر ہیں جنہیں ایک ہی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ (بخاری)

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة۔ (صحیح سنن الترمذی: ۲۹۶۵) یعنی حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔

جعفر طیار برادر اکبر علی کرم اللہ وجہہ حبشہ میں رسول اللہ ﷺ کے داعی، وہاں سے لوٹنے کے بعد غزوۂ موتہ میں لشکر اسلام کے علم بردار، دایاں بازو دشمن کے وار سے شہید ہوا تو علم کو بائیں ہاتھ میں تھاما، وہ بھی شہید ہوا تو کٹے ہوئے بازوؤں سے علم سینے سے داب لیا، تا آں کہ دشمن نے ان کے دھڑ کو اپنے وار سے دوٹوک کردیا، ہمارے رسول نے جن کے متعلق فرمایا: "رأيت جعفرا يطير في الجنة مع الملائكة" (صحیح سنن الترمذی: ۲۹۶۳) یعنی میں نے جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا ہے۔

فاطمہ بنت الرسول کے متعلق ام المؤمنین عائشہ فرماتی ہیں: خشوع وخضوع، تواضع، حسن خلق ودین اور سکینت ووقار اور عمدہ سیرت اور قیام وقعود میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا، جب وہ نبی ﷺ کے پاس جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے، اور نبی ﷺ جب فاطمہ کے پاس آتے تو وہ کھڑی ہو کر آپ کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں، رسول اللہ ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو فاطمہ ایک بار آئیں، آپ پر جھکیں، آپ کو بوسہ لیا، پھر سر اٹھایا اور رونے لگیں، پھر دوبارہ جھکیں اور پھر سر اٹھایا تو ہنسنے لگیں، ام المومنین فرماتی ہیں میں انہیں اپنی دانا عورتوں میں سے سمجھتی تھیں لیکن یہ تو عام عورتوں جیسی لگ رہی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد میں نے ان سے پہلے رونے پھر ہنسنے کی تفصیل پوچھی کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو فاطمہ نے کہا: اب میں اس راز کو کھول دیتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے پہلی دفعہ مجھ کو بتایا کہ اس تکلیف میں میں فوت ہو جاؤں گا تو میں رونے لگی، پھر آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ تم جلد ہی مجھ سے ملوگی، اس پر میں ہنسنے لگی تھی۔ (صحیح سنن الترمذی: ۳۰۳۹)

یہ چند اہل بیت کے فضائل کی جانب ہلکا سا اشارہ ہے، ان کا انکار، نبی اور اللہ دونوں کی تنقیص ہے، فاعتبروا يا أهل الاسلام والايمان۔

☆☆☆

توحیداورشرک کا بیان

امام العصر شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ نے بہت سارے دعوتی واصلاحی رسائل قلمبند کئے ہیں جن کا متعدد زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے، ذیل کا مضمون بھی آپ کے ایک مترجم رسالہ سے ماخوذ ہے جوتوحیدوشرک کی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے۔(ادارہ)

توحیداورشرک کی اقسام:

توحید کی تین قسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں: توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات۔

توحید ربوبیت سے مراد: اس بات پر ایمان لانا ہے ہ اللہ سبحانہ ہی ہر چیز کا خالق پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

توحید الوہیت سے مراد: اس بات پر ایمان لانا ہے کہ اللہ سبحانہ ہی معبود برحق ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، لا الہ الا اللہ کا مفہوم ومعنی بھی یہی ہے، اس لیے کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں ہے، نماز روزہ اور دیگر ساری عبادات صرف اللہ تعالی کے لیے خاص کردینا واجب ہے، ان عبادتوں میں سے کچھ بھی غیر اللہ کے لیے انجام دینا ناجائز ہے۔

۱- ﴿قل هو الله أحد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفوا أحد﴾ (الاخلاص:۱-۴)

۲- قوله عز وجل: ﴿ليس كمثله شيء وهو السميع البصير﴾ (الشوری:۱۱)

توحید اسماء وصفات سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں جتنے بھی اللہ تعالی کے نام اور اس کی صفات وارد ہوئی ہیں، ان سب پر ایمان لانا، انہیں اکیلے اللہ کے لیے اس طرح ماننا جس طرح اس کے شایان شان ہے۔

اور اللہ سبحانہ کے (مندرجہ ذیل) فرامین کی تعمیل کرتے ہوئے نہ ان میں کوئی تحریف کی جائے، نہ ان کے معانی کا انکار کیا جائے، نہ ان کی کیفیت بیان کی جائے اور نہ ہی ان کی کوئی مثال بیان کی جائے۔

''آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالی ایک (ہی) ہے، اللہ تعالی بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے''۔

اللہ عزوجل کا فرمان: ''اللہ جیسی کوئی چیز نہیں ہے، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''۔

یاد رہے کہ بعض اہل علم نے توحید کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، اور توحید اسماء وصفات کو توحید ربوبیت کا حصہ بنا دیا ہے۔

(لیکن) یہ کوئی قابل نزاع بات نہیں، اس لیے کہ ہر دو تقسیم میں مقصود بالکل واضح ہے۔

شرک کی اقسام:

شرک کی تین قسمیں ہیں، شرک اکبر، شرک اصغر اور شرک خفی۔

شرک اکبر عمل، عمل (صالح) کے ضائع ہونے اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں جانے کا باعث بنتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے (کچھ انبیاء کرام کا تذکرہ کرنے کے بعد) ارشاد فرمایا:

''اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب ضائع ہو جاتے''۔

نیز فرمایا:

''مشرکوں کے لیے یہ موزوں نہیں کہ وہ اللہ کی مسجد کو آباد کریں، اس حال میں کہ وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں، ان کے اعمال غارت واکارت ہیں، اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں''۔

جو شخص شرک کی حالت میں فوت ہو اسے کسی صورت میں معافی نہیں ملے گی، اور اس پر جنت حرام ہے، جیسا کہ اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا:

''یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے''۔

اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:

''یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے، اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا''۔

شرک اکبر کی بعض اقسام یہ ہیں:

مردوں اور بتوں کو پکارنا، ان سے مدد مانگنا، ان کے لیے نذر ونیاز کرنا، اور ان کے نام پر جانور ذبح کرنا وغیرہ۔

شرک اصغر سے مراد وہ (امور) ہیں جن کا شرک ہونا کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت ہے، لیکن وہ شرک اکبر کی قبیل سے نہیں ہیں، جیسے بعض اعمال میں ریاکاری، غیر اللہ کی قسم اٹھانا، اور یہ کہنا کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے وغیرہ، نبی نے ارشاد فرمایا:

''میں تمہاری بابت جس چیز سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے'' تو آپ سے اس (شرک کی حقیقت) کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''وہ ریاکاری ہے''۔

اس حدیث کو امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے جناب محمود بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے، جبکہ امام طبرانی نے اسے کئی ایک عمدہ سندوں کے ساتھ جناب محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے (یہ بھی) ارشاد فرمایا:

''جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائی تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا''، اس حدیث کو امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور امام ابوداود اور ترمذی نے اسے صحیح سند کے ساتھ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

''جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائی تو اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا''۔

آپ ﷺ نے (یہ بھی) فرمایا:

''یہ نہ کہو جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ یہ کہو جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے''۔

اس حدیث کو امام ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ جناب حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شرک اصغر نہ مرتد ہونے کا باعث بنتا ہے اور نہ ہی ہمیشہ جہنم میں رہنے کا، لیکن یہ اس کمال توحید کے منافی ہے جس کا ہونا واجب اور ضروری ہے۔

شرک کی تیسری قسم: شرک خفی

اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

''کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے زیادہ خوفناک ہے؟''

تو صحابہ کرام نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا:

''شرک خفی، آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اپنی نماز کو اس لیے عمدگی سے ادا کرتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ (کوئی) شخص اسے دیکھ رہا ہے''۔

اس حدیث کو امام احمد نے اپنی ''مسند'' میں جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

شرک کو (تین کے بجائے) صرف دو قسموں میں تقسیم کرنا بھی ممکن ہے، اور وہ شرک اکبر اور شرک اصغر، رہا شرک خفی تو وہ ان دونوں قسموں کو شامل ہے۔

اس لیے کہ شرک خفی شرک اکبر میں بھی ہوتا ہے، جیسا کہ منافقوں کا شرک ہے، کیونکہ منافق اپنے باطل عقائد کو چھپاتے ہیں اور دکھاوے کے طور پر اور اپنی جان کے ڈر سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

اور شرک خفی شرک اصغر میں بھی ہوتا ہے، مثلاً: ریا کاری، جیسا کہ (اس کی وضاحت) محمود بن لبید انصاری اور ابوسعید رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا احادیث میں ہے، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(جاری)

☆☆☆

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

اساتذۂ کرام

مولانا اسعد اعظمی/ استاذ جامعہ سلفیہ

اساتذہ کا انتخاب:

دارالحدیث رحمانیہ کے بارے میں تبصرہ نگاروں نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ: ''یہاں کے اساتذہ پڑھانے میں، طلبہ پڑھنے میں اور منتظم انتظام میں لاثانی تھے''۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی تعلیمی ادارے کی بہتر کارکردگی ادارے کے ان تینوں عناصر کے اخلاص اور جدوجہد کی مرہون منت ہوتی ہے، ان تینوں میں سے صرف ایک یا دو کا درست ہونا کافی نہ ہوگا، دارالحدیث رحمانیہ کو اللہ تعالی کے فضل سے تینوں عناصر اپنی مثال آپ ملے تھے، منتظم اور طلبہ کے بارے میں کچھ باتیں گذر چکی ہیں، اب مدرسین کے بارے میں کچھ باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

مدرسین کے انتخاب کے وقت علمیت، صلاحیت، صالحیت اور مہارت کا بطور خاص خیال رکھا جاتا تھا، اس کے لیے دور دور سے لوگوں کو بلایا جاتا تھا، مدرسہ کے اپنے فارغین میں جو ممتاز اور محنتی ہوتے تھے، ان کا فراغت کے بعد فوراً تقرر کرلیا جاتا اور اگر ضرورت محسوس ہوتی تو ان کو مزید تربیت اور تجربہ کے لیے مدرسہ ہی کے مشاہرہ پر دوسری جگہوں پر بھیج دیا جاتا تھا، اساتذہ کو تنخواہیں اچھی دی جاتی تھیں اور ان سے تدریس اور بچوں کی تربیت میں زیادہ سے زیادہ محنت لی جاتی تھی، اگر کوئی استاد طلبہ کو اپنی تدریس سے مطمئن نہیں کرپاتا تو اس سے معذرت کرلی جاتی تھی۔ اس تعلق سے تذکرہ نگاروں کے بیانات ملاحظہ ہوں:

☆حکیم عبدالکریم قریشی لکھتے ہیں:

''جیسے جیسے مدرسہ کی عمارت تکمیل کے قریب پہنچ رہی تھی علمائے اہل حدیث کی نظریں مولانا میر سیالکوٹی کی رہبری میں بہتر سے بہتر قابلیت والے، زیادہ سے زیادہ تجربہ اور مہارت والے اپنے اپنے فن کے مخصوص ومشہور اساتذہ کی تلاش میں مصروف ومنہمک ہوگئیں''۔(۲)

☆جناب فاروق اعظمی صاحب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''......اس کے علاوہ اساتذہ کے انتخاب وتقرر میں مہتمم مدرسہ کی کوششیں بھی قابل ستائش تھیں، مخلص اور محنتی اساتذہ کو چن چن کر لایا گیا تھا جو طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لیے اپنے کو ہمہ تن وقف کیے ہوئے تھے، منطق ومعقولات کے درس کے لیے بلاامتیاز حنفی، سلفی، ملک کے گوشے گوشے سے منجھے ہوئے اساتذہ کو گرانقدر مشاہرہ پر رحمانیہ میں جمع کرلیا گیا تھا، چنانچہ مولانا غلام یحییٰ صاحب مدرسہ الہیات کانپور سے بلائے گئے تھے، مولانا عبدالحلیم صاحب کو ضلع مردان پشاور سے بلایا گیا تھا، مولانا

(۱) جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، ص:۲۶، یادگار مجلہ اہل حدیث، ص:۳۰۱۔ (۲) مجلہ اہل حدیث، ہریانہ، ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء، ص:۸۔

عبدالسلام آگرہ سے آئے تھے، اسی طرح مولانا عبدالرحمٰن صاحب ٹونکی فتحپوری سے اور مولانا عبدالرزاق صاحب مدرسہ ضیاء العلوم دہلی سے لائے گئے تھے، بعض لائق وفائق اساتذہ کو مختلف علوم وفنون کے جید علماء کی خدمت میں مع مشاہرہ اور دیگر اخراجات کے بھیجا جاتا تھا تاکہ صحیح تربیت اور اچھی مہارت حاصل کرکے مدرسہ کو لوٹیں اور طلبہ کو فیض پہنچائیں''۔(۱)

☆ مولانا ابویحییٰ خاں نوشہروی مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اسی سال (۱۳۴۶ھ میں) مدرسہ مذکور (رحمانیہ دہلی) میں مدرس کی حیثیت سے نورالانوار اور رشیدیہ تک کے اسباق آپ کے سپرد ہوئے، جناب عطاء الرحمٰن صاحب مالک ومہتمم دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) جو مردم شناسی اور خیراندیشی کے سراپا سے مزین ہیں آپ کی ذہانت وذکاوت کی وجہ سے آپ کو مدرسہ کی تنخواہ حسب معمول پر مشہور عالم معقول مولانا فضل حق کی خدمت میں رام پور بھیجا، مگر یہاں ریاضی کا سلسلہ نہ ہونے کی وجہ سے بدایوں چلے گئے اور مولانا عبدالسلام مرحوم سے جوان جملہ علوم میں فرد یگانہ تھے ریاضی ومعقولات کی وہ کتابیں پڑھیں جو رحمانیہ کے نصاب سے باہر تھیں، یہاں سے سند فراغ کے بعد رحمانیہ میں اپنی اسامی پر واپس تشریف لے آئے اور اب تک پڑھاتے ہیں''۔(۲)

اس سے قبل نوشہروی صاحب نے مولانا نذیر احمد صاحب کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے:

''مولانا نذیر احمد املوی - ہر امتحان میں اول رہے اور سال آخر میں تمام مدرسہ میں اولیت واولویت کی وجہ سے انعام میں صحیح بخاری اور مبلغ ۴۰ روپیہ نقد انعام سے سرفراز ہوئے، یہ تکمیل ۱۵؍شعبان ۱۳۴۶ھ کو ہوئی''۔(۳)

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی دارالحدیث رحمانیہ سے ۱۹۳۱ء=۱۳۵۰ھ میں فارغ ہوئے اور اس کے بعد اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوگئے، مولانا لکھتے ہیں:

''میرے پڑھانے کے زمانے میں مولانا عبدالسلام صاحب درانی کا انتقال ہو چکا تھا، ان کی جگہ پر سو روپیہ ماہوار پر کئی ولایتی مولانا یکے بعد دیگرے آئے، ایک ولایتی مولانا آئے طلبہ نے ان کی شکایت کی وہ چلے گئے، دوسرے آئے طلبہ نے ان کی بھی شکایت کی حتی کہ تیسری جماعت کے بچوں نے بھی ان کی شکایت کی کہ کتاب سمجھ میں نہیں آتی ہے، اس لیے حضرت میاں صاحب ناظم جامعہ رحمانیہ کو یہ خیال ہوا کہ تیسری جماعت تک کے طلبہ بڑے بڑے مولانا کی شکایت کرتے ہیں تو عبدالرؤف کیسے پانچویں جماعت کے طلبہ کو پڑھا سکتا ہے، تو انہوں نے بطور خود پنجابی طلبہ کو بلایا اور کہا کہ عبدالرؤف کے یہاں کتاب سمجھ میں آتی ہے؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ خوب اچھی طرح کتاب سمجھ میں آتی ہے۔ مولانا عبدالجلیل نے کہا کہ مولانا عبدالرؤف کے یہاں کتاب اس طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر چاہوں تو من وعن فوراً بیان کردوں۔ اس واقعہ کو مولانا عبدالجلیل صاحب نے آکر مجھ سے بیان کیا، انہوں نے یہ خبر سنا کر میرے دل کو خوش کردیا''۔(۴)

اساتذہ کی تنخواہیں:

اس زمانے میں دیگر مدارس کے بمقابل دارالحدیث رحمانیہ کے اساتذہ کی تنخواہیں زیادہ تھیں، وقت اور صلاحیت کے

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس، اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص: ۲۴۔ (۲،۳) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۴۱۲۔

(۴) ماہنامہ محدث، بنارس، جون ۱۹۹۹ء، ص: ۲۶-۲۷، ماہنامہ السراج، نیپال، خطیب الاسلام نمبر، مئی-اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۲۲۹-۲۳۰۔

اعتبار سے تنخواہیں کم وبیش ہوتیں، مولانا ابویحیٰ خاں نوشہروی لکھتے ہیں:

''اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار بلند ہے کہ شیخ الحدیث کو نوے روپئے ماہانہ پیش ہوتے ہیں (وقس علی ھذا)''۔(۱)

واضح رہے کہ مولانا کی یہ تحریر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء یا اس سے قبل کی ہے، کیوں کہ مولانا کی کتاب اسی وقت مکمل ہوئی تھی اور اس کا سن طباعت ۱۳۵۷ھ ہے۔

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ مولانا محمد یوسف سورتی کے بارے میں (جو ایک سال رحمانیہ میں مدرس رہے) لکھتے ہیں:

''......مولانا مرحوم کے بارے میں شیخ عطاء الرحمٰن کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ وہ علم حدیث اور اسماء الرجال کے ماہر ہیں، اس لیے ان کا تقرر بطور شیخ الحدیث کیا گیا تھا اور ان کا مشاہرہ بھی ڈیڑھ سو روپے تھا جو اس زمانے میں بڑی تنخواہ تھی، اس کے مقابلہ میں مولانا احمد اللہ صاحب کا مشاہرہ تقریبا سو روپے تھا، اور میرے داخلے سے پہلے مولانا غلام یحیٰ کانپوری کا مشاہرہ ۱۲۵/روپے تھا، باقی دوسرے مدرسین کی تنخواہیں ۶۰/یا ۷۰/روپے سے زیادہ نہ تھیں......''۔(۲)

مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''میری تعلیم وتدریس کا زمانہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شروع ہوا، میں وہاں سے ۲۲/برس کی عمر میں فارغ ہوا اور معا بعد ۲۳/برس کی عمر میں اسی میں مدرس مقرر ہوا، اس وقت میری تنخواہ تیس روپئے ماہوار تھی، اس زمانہ میں بڑے بڑے علماء کی بھی تنخواہ سو روپئے سے زائد نہ تھی.''۔(۳)

ایک جگہ بیان کرتے ہیں:

''میرے پڑھانے کے زمانے میں مولانا عبدالسلام صاحب درانی کا انتقال ہو چکا تھا، ان کی جگہ پر سو روپیہ ماہوار پر کئی ولایتی مولانا یکے بعد دیگرے آئے''۔(۴)

یادگار مجلّہ میں ہے کہ:

''اساتذہ کے مشاہرے نہایت معقول تھے، صدرالمدرسین کا مشاہرہ سو روپئے ماہانہ تھا''۔(۵)

بعض اساتذہ کے اسمائے گرامی:

سطور ذیل میں مختلف مراجع سے دستیاب اساتذہ رحمانیہ کے اسمائے گرامی بطور نمونہ ذکر کیے جاتے ہیں:

۱-مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ)
۲-مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھی (م ۱۹۴۳ء)
۳-مولانا غلام یحیٰ پنجابی کانپوری
۴-مولانا عبدالرحمٰن نگرنہسوی
۵-مولانا عبداللہ ندوی (بنگالی)
۶-مولانا عبدالغفور جیراجپوری (م ۱۹۵۴ء)
۷-مولانا عبداللہ لکھنوی
۸-مولانا عبدالغفور بن جعفر خاں بسکوہری (م ۱۳۹۹ھ)

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۱۷۳، حاشیہ نمبر(۱) (۲) الاعتصام لاہور، ۲۸/اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص:۱۴-۱۵۔

(۳) ماہنامہ السراج، نیپال، خطیب الاسلام نمبر مئی-اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۴۱۰۔

(۴) ماہنامہ محدث، بنارس، جون ۱۹۹۹ء، ص ۲۶، ماہنامہ السراج، نیپال، خطیب الاسلام نمبر ص:۲۲۹۔

(۵) یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص:۳۰۱۔

۹-مولانا عبدالحلیم ناظم (م۱۹۳۵ء)
۱۰-مولانا محمد بن یوسف سورتی
۱۱-مولانا عبدالحلیم ٹونکی (م۱۹۳۵ء)
۱۲-مولانا سکندر علی ہزاروی
۱۳-مولانا محمد اسحاق (آروی)
۱۴-مولانا احمد بن ملا حسام الدین (م۱۹۴۸ء)
۱۵-مولانا عبدالسلام مبارکپوری (م۱۳۴۲ھ)
۱۶-مولانا عبدالصمد مبارکپوری
۱۷-مولانا نذیر احمد املوی (م۱۹۶۵ء)
۱۸-مولانا محمد عبدہ الفلاح (م۱۹۹۹ء)
۱۹-مولانا محمد بشیر مبارکپوری
۲۰-مولانا عبیداللہ رحمانی (م۱۹۹۴ء)
۲۱-مولانا عبدالغفور لکھنوی
۲۲-مولانا عبیدالرحمٰن مبارکپوری (برادر خورد شیخ الحدیث)
۲۳-مولانا عبدالرؤف رحمانی
۲۴-مولانا محمد یونس بن شیخ محمد اسحاق (خواہرزادہ مولانا احمداللہ پرتاپ گڈھی)
۲۵-مولانا شریف اللہ صاحب (سواتی)
۲۶-مولانا عبدالغفور بندوی اعظمی
۲۷-مولانا حافظ عبدالرحمٰن
۲۸-مولانا ابوطاہر صاحب بہاری
۲۹-مولانا عبدالوہاب آروی
۳۰-مولانا حکیم محمد سلیمان بن محمد سلیم رحمانی مئوی
۳۱-مولانا محمد اصغر صاحب چھپروی (بہاری)
۳۲-مولانا محمد اسرائیل صاحب
۳۳-مولانا عبدالسلام درانی
۳۴-مولانا عبدالحلیم (ضلع مردان، پشاور)
۳۵-مولانا عبدالرحمٰن ٹونکی
۳۶-مولانا عبدالرزاق (پشاوری)
۳۷-مولانا محمد گوندلوی
۳۸-مولانا عبدالنور صاحب بہاری
۳۹-مولانا فضل الرحمٰن غازی پوری
۴۰-مولانا خیر محمد جالندھری
۴۱-مولانا کبیر الدین صاحب (بنگالی)
۴۲-مولانا عبدالرؤف (بنگالی)
۴۳-مولانا محمد شریف پشاوری
۴۴-مولانا محمد داود راغب شاہجہاں پوری
۴۵-مولانا عبدالغفار حسن
۴۶-مولانا عبدالمعید پشاوری
۴۷-مولانا ابوالعرفان عبدالرحمٰن مئوی نحوی
۴۸-مولانا عبدالودود بن مولانا عبدالغفور
۴۹-مولانا عبدالغفور نیپالی
۵۰-مولانا محمد خیر عالم
۵۱-مولانا عبدالجلیل رحمانی (۱)

ان میں سے بعض اساتذہ کے درس وتدریس وغیرہ کا قدرے تفصیلی تذکرہ ان شاءاللہ آگے کیا جائے گا۔

☆☆ (جاری)

(۱) درج ذیل مآخذ سے اساتذہ رحمانیہ کے نام جمع کیے گئے ہیں:
۱-تراجم علمائے حدیث ہند، نوشہروی، متفرق مقامات
۲-یادگار مجلہ اہل حدیث (پاکوڑ) ص:۳۰۱
۳-الاعتصام لاہور ۱۹۹۴ء کے متعدد شمارے
۴-جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، ص:۲۷
۵-ماہنامہ محدث، بنارس: اکتوبر ۱۹۸۴ء
۶-ماہنامہ آثار جدید مئو: دسمبر ۲۰۰۴ء

مومن کی شان دنیا میں مہمان

مولانا عبدالمتین مدنی

یہ عالم رنگ و بو جسے دنیا سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی آرائش وزیبائش اور جلوہ ورعنائی گرچہ بڑی پرکشش ودلفریب ہے، مگر اسی عالم میں بسنے والے ایسے بندگان مولی بھی ہیں جن کی آنکھوں کو یہ زرق وبرق نہ خیرہ کرتا ہے اور یہ لالہ وگل ان کے دلوں کو سرشار وشادکام بلکہ سکون وسروران کو کسی اور شئی سے فراہم ہوتا ہے، ہاں یہی خواصگاں رب کریم کی شان اور پہچان ہے، ألا بذكر الله تطمئن القلوب.

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میرے والد روزہ سے تھے، افطار کے لیے کھانا حاضر کیا گیا، اسی موقع پر آپ کو حضرت مصعب بن عمیر یاد آگئے، کہنے لگے مصعب شہید کردیئے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، لیکن ان کو کفن دینے کے لیے صرف ایک چادر میسر تھی، اور وہ بھی ناکافی، سر کو چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتا اور پیر کو چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا، پھر دنیا ہم پر کھول دی گئی اور ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا میں ہی دے دیا گیا، یہ کہہ کر زاروقطار رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ (بخاری: ۱۱۴۳/۳)

صحابہ کرام میں غالباً سب سے مالدار اور اللہ کے راستے میں بڑے سخی اور فیاض شخص کا دنیا کی نعمتوں کے بارے میں یہ اندیشہ اور خوف ہر عیش وعشرت میں زندگی گزارنے والے صاحب ایمان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

ایک دوسرے صحابی رسول حضرت حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول سے مال طلب کیا، آپ ﷺ نے عنایت فرمایا، پھر دوبارہ سوال کیا، پھر آپ نے عطا فرمایا، پھر سوال کیا پھر آپ نے نواز دیا، پھر آپ نے نصیحت فرمائی: اے حکیم! یہ مال بڑا خوش رنگ اور شیریں ہے، جس نے اسے نفس کی بے نیازی کے ساتھ لیا، اس کا مال باعث خیر وبرکت ہے، اور جس نے لالچ کے ساتھ اسے حاصل کیا، اس کے مال میں خیر وبرکت نہیں دی جائے گی، اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا مگر آسودہ نہیں ہوتا، اور اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔ اس نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ حکیم نے قسم کھائی کہ اب تاحیات آپ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا، اللہ کے رسول کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر کا دور خلافت آیا، آپ کو طلب کیا گیا کہ مال سے نوازا جائے، مگر اللہ کے رسول سے کئے گئے پیمان کے مطابق آپ نے لینے سے انکار کردیا، حضرت عمر کا دور خلافت آیا، اس دور میں بھی آپ اسی عہد پر قائم رہے، حضرت عمر نے کہا مسلمانو گواہ رہنا فئی کے مال میں حکیم کا جو حق تھا میں ان کو وہ حق دینا چاہا مگر انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ (متفق علیہ بحوالہ ریاض الصالحین ح: ۵۲۴)

الغرض حضرت حکیم بن حزام نے اللہ کے رسول سے کئے گئے اپنے پیمان پر پوری زندگی قائم رہے اور حکومت سے اپنا حق لینا بھی گوارا نہ کیا، سبحان اللہ کیا شان بے نیازی تھی ان صحابہ کرام کی، دنیا اور اس کی نعمتوں کے سلسلہ میں اور شاید یہی راز

تھا ان نفوس قدسیہ کی محبوبیت کا دربار الٰہی میں اور بندگان الٰہی کی نظروں میں اس لیے کہ محبوبیت کا یہ گُر ان کو ان کے حبیب نے بتلایا تھا، ایک صحابی نے آکر اللہ کے رسول سے یہی سوال کیا: دُلني على عمل يحبني الله ويحبني الناس قال ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد بما عند الناس يحبك الناس۔ (ابن ماجہ بحوالہ ریاض الصالحین:۴۷۲) مجھے ایسے عمل کی رہنمائی فرمادیں جس کی وجہ سے اللہ مجھے محبوب رکھے اور لوگوں کا بھی عزیز بن جاؤں، آپ نے فرمایا دنیا سے بے رغبت ہوجاؤ اللہ تجھے محبوب بنالے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بھی بے رغبت ہوجاؤ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو مسلمانوں کے رہن سہن بہتر ہوگئے، اس سے متاثر ہوکر ازواج مطہرات نے بھی اللہ کے رسول سے اپنے اخراجات میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے لیے جس طرح کی بود وباش کو پسند فرماتے تھے اور جس کے لیے اللہ سے دعا کیا کرتے تھے، یہ مطالبہ اس کے بالکل خلاف تھا، اس لیے اللہ کے رسول کو اس سے اذیت پہنچی اور آپ نے دل برداشتہ ہوکر ایلاء (عارضی کنارہ کشی) اختیار کرلی، ۲۹ دن کے بعد قرآن کریم کی یہ مبارک آیتیں نازل ہوئیں:

﴿يا أيها النبي قل لأزواجك ان كنتن تردن الحياة الدنيا وزينتها فتعالين أمتعكن وأسرحكن سراحا جميلا، وان كنتن تردن الله ورسوله والدار الآخرة فإن الله أعد للمحسنات منكن أجرا عظيما﴾۔ (احزاب:۲۸،۲۹)

اے نبی آپ اپنی بیویوں سے پوچھ لیں اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ ساز وسامان دے دوں، اور اچھی طرح تمہیں رخصت کردوں اور اگر تم اللہ، اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ان آیات کریمہ کے نزول کے بعد اللہ کے رسول نے ایک ایک کرکے اپنی تمام ازواج مطہرات کو یہ آیتیں سنائیں اور ہر ایک نے آپ کے ساتھ رہنے کو ہی پسند فرمایا۔

یہی اہل ایمان کی شان ہے دنیا کی نعمتیں اس کے لیے بہت اہمیت نہیں رکھتیں، بلکہ قناعت پسندی اور سادگی ہی اس کو بھاتی ہے، اور اسی کو وہ طرز حیات کے طور پر اختیار کرتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "قد أفلح من أسلم ورزق كفافا وقنعه الله بما آتاه"۔ (مسلم بحوالہ ریاض الصالحین ح:۵۱۲)

کامیاب ہے وہ شخص جو مسلمان ہوا، کفاف (بقدر گذربسر) روزی دیا گیا اور اللہ نے اسے اس پر قانع بنادیا۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "من أصبح منكم آمنا في سربه معافى في جسده وعنده قوت يومه فكأنما حيزت له الدنيا بحذافيرها"۔ (ترمذی بحوالہ ریاض الصالحین ح:۵۱۱)

تم میں سے جوکوئی اپنے گھر میں امن وامان کے ساتھ صبح کرے اور وہ جسمانی طور پر صحت منداور تندرست ہواور اس کے پاس اس دن کے گذر بسر کے لیے روزی ہو، گویا اسے دنیا کی ساری نعمتیں مل گئیں۔

قرآن کریم میں اللہ نے اپنے ان بندوں کی تعریف کی جن کو دنیا کا فریب اپنے دام میں نہیں لیتا بلکہ وہ دنیا میں بھی آخرت کے لیے جیتے ہیں: من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنم يصلاها مذموما مدحورا، ومن أراد الآخرة وسعى لها سعيها، وهو مومن فأولئك كان سعيهم مشكورا۔(اسراء:۱۸)

جو دنیا چاہتا ہے سردست اس سے ہم جو چاہتے ہیں اسے دے دیتے ہیں، پھر ہم اسے جہنم میں ذلت ورسوائی کے ساتھ ڈال دیں گے اور جو آخرت چاہتا ہے اور وہ ایمان کے ساتھ اسے پانے کی سعی حاصل کرتا ہے، ایسے ہی خوش نصیب لوگوں کی محنت قابل قدر ہے۔

آخرت کوفراموش کر کے دنیا کے پیچھے بھاگنا اور صرف دنیا کے ہم اور غم کو پالے رکھنا یہ اہل ایمان کا طریقہ اور شعار نہیں ہے، اس سے آخرت تو بگڑے گی ہی اور دنیا سے اسے کتنا اور کیا حاصل ہوجائے گا؟ اور جو حاصل ہوگا وہ بھی عارضی اور فانی ہوگا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "من كانت الدنيا همه فرق الله عليه شمله وجعل فقره بين عينيه ولم تأته من الدنيا الا ما قدر له، ومن كانت آخرته همه جمع الله له شمله وجعل غناه في قلبه وأتته الدنيا وهي راغمة"۔ (ترمذی:۲۴۶۵)

جسے صرف دنیا کی فکر ہوتی ہے اللہ اس لیے اس کے معاملات کو بکھیر دیتا ہے، اور اس کا فقر اس کے آنکھوں کے سامنے لا دیتا ہے اور اسے اس کے مقدر کے بقدر دنیا حاصل ہوتی ہے اور جسے آخرت کی فکر ہوتی ہے اللہ اس کے دل کو بے نیاز بنا دیتا ہے، اس کے معاملات کوسدھار دیتا ہے اور دنیا بے بس ہوکر اس کے قدموں میں آجاتی ہے۔

اس لیے ایک مسلمان اس دنیا کو مسافرت کی جگہ اور گذرگاہ سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا اور اسی لیے دنیا کے جھمیلوں میں نہ الجھتا ہے اور نہ دنیا کی خاطر اپنی عاقبت کو خراب کردیتا ہے بلکہ دنیا میں بھی آخرت کے لیے جیتا ہے، آخرت کو داؤں پر لگا کر دنیا کو نہیں چاہتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: الا أن الدنيا ارتحلت مدبرة وان الآخرة ارتحلت مقبلة ولكل واحد منهما بنون فكونوا من أبناء الآخرة، ولا تكونوا من أبناء الدنيا فإن اليوم عمل ولا حساب وغدا حساب ولا عمل"۔

سنو دنیا تم سے کوچ کررہی ہے اور آخرت تمہارے قریب آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہیں تو تم آخرت کی اولاد بن کر رہو، دنیا کی اولاد بن کرمت رہو، اس لیے کہ آج تو تمہارے پاس عمل کا موقع ہے، حساب کا نہیں، لیکن کل حساب دینا ہوگا اور عمل کا موقع نہ ہوگا۔

☆☆☆

مذاہب وادیان

بدھ مت

(قسط:۸)

مولانا محمد مستقیم سلفی

ہشت پہلو راستہ:

یعنی آٹھ اعلی طریقے اور اطوار: (۱) صحیح عقائد ونظریات (اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ چاروں عظیم حقائق (یعنی سچائیوں) کو غیر مشروط طریقے سے مان لینا ہے۔(۲) صحیح نیت، صحیح ارادہ، صحیح خیال (اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر ایسے خیالات اور جذبات کو پرورش دے جو تمام اخلاقی برائیوں مثلاً غصہ، نفرت، لذت پرستی، خودغرضی، تشدد وغیرہ سے پاک، اور تمام مخلوقات کے لیے ہمدردی، محبت اور ایثار کے حامل ہوں) اس سلسلہ میں بدھ مت میں تمام مخلوقات سے محبت، عام ہمدردی اور عدم تشدد کو خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے۔

(۳) تیسرا قول: صحیح گفتار، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسی گفتگو سے بچنا ضروری ہے جو کسی طرح بھی شر اور برائی کا سبب ہے، جیسے جھوٹ، غیبت، چغل خوری، فضول گوئی، اس کی جگہ پر نرم گفتاری، راست گوئی، صلح کل کو اپنایا جائے۔

(۴) ''صحیح عمل''اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام باتوں سے بچنا جو بدھ مت کی اخلاقیات میں منع کی گئی ہیں، جیسے (۱) کسی جاندار کو نہ مارنا (۲) چوری نہ کرنا (۳) جنسی بے راہ روی سے بچنا (۴) جھوٹ نہ بولنا (۵) اور نشہ آور چیزوں کا استعمال نہ کرنا۔ بدھ مت میں جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہیں: (۱) جانوروں سے ہمدردی کا سلوک، فیاضی اور خدمت خلق وغیرہ۔

(۵) صحیح رزق ''حلال روزی''، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی محنت سے جائز طریقے سے حاصل کی ہوئی روزی سے انسان گزارہ کرے، اور ظلم وزیادتی، دھوکہ اور بے ایمانی سے کمائے ہوئے رزق کا استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، مہاتما گوتم بدھ نے اپنے زمانہ کے مطابق ان پانچ قسم کے پیشوں سے کمائی ہوئی روزی کو خاص طور پر ناجائز قرار دیا ہے (۱) اسلحہ بازی یا اسلحوں کی خرید وفروخت سے متعلق پیشے (۲) جانوروں کی جان لینے اور ان کے گوشت اور کھال سے متعلق کاروبار (۳) نشہ آور چیزوں سے متعلق کاروبار (۴) غلاموں اور لونڈیوں کی خرید وفروخت (۵) زہریات سے متعلق کاروبار۔

اس سلسلہ میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ مختلف ذرائع آمدنی اور جائز وناجائز پیشوں کی بحث صرف ''آپاسک'' (دنیا کے کاموں میں شریک) بدھ مذہب کا ماننے والا کی حد تک محدود ہے، بدھ مت کے بھکشوؤں کے لیے تو کسی طرح کا کاروبار اور روزی کمانے کا کوئی طریقہ بھی اختیار کرنا ممنوع ہے، بھکشوؤں کو صرف بھیک پر گزارہ کرنا ضروری ہے۔

(۶) صحیح کوشش، اس کا مطلب یہ ہے کہ پسندیدہ خیالات اور جذبات کا پیدا کرنا اور ناپسندیدہ خیالات وجذبات کو دل ودماغ سے نکال پھینکنا ہے۔

(۷) صحیح ہوشیاری: اس کا مطلب ہے غفلت اور لاپرواہی سے بچنا۔

(۸) صحیح مراقبہ یا سمادھی، بدھ مت کی سب سے اہم عبادت ہے، گوتم بدھ کو نروان مراقبہ ہی میں حاصل ہوا، اوران کے پیروؤں کے لیے بھی بغیر صحیح مراقبہ کے نروان تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

یہی مذکورہ آٹھوں اعمال کے اپنانے سے دکھ ومصیبت اورحزن وملال کا خاتمہ ممکن ہے، اورانہیں کی روشنی میں بدھسٹ راہبوں کے لیے دس اصول مرتب کئے گئے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) ذی روح کو قتل کرنا حرام (۲) چوری کرنا حرام (۳) جھوٹ بولنا حرام (۴) شراب پینا حرام (۵) دوپہر بعد کھانا کھانا حرام (۶) رقص وموسیقی حرام (۷) دواوعلاج کرنا حرام (۸) سڑکوں اور بلند جگہوں پر بیٹھنا حرام (۹) سونے وچاندی کے ہدایا قبول کرنا حرام (۱۰) شادی کرنا حرام۔ (دنیا کے مذاہب، دراسات فی الیہودیۃ، الدیانات الوضعیۃ الحیۃ الخ)

بدھ مت کی اشاعت اورنشوونما:

اپنی عمر کے پینتیسویں سال میں نروان حاصل کرنے کے بعد گوتم بدھ نے اپنی بقیہ زندگی اپنے دریافت کردہ نجات کے راستے اورزندگی کے بارے میں اپنے نظریات کی تبلیغ واشاعت میں گزاردی، اس دوران انہوں نے شمالی ہندوستان اورخاص طور پر اس کے مشرقی حصے میں اپنے ماننے والوں کا ایک بڑا حلقہ پیدا کرلیا تھا، ان کے ماننے والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی، جنہوں نے اپاسک کی حیثیت سے یعنی زندگی کے کاروبار میں حصہ لیتے ہوئے گوتم بدھ کی تعلیمات پر چلنے کا عہد کیا تھا، لیکن ایک بڑی تعداد ایسے افراد کی بھی تھی جنہوں نے گوتم بدھ کی اتباع میں دنیا سے اپنا ناطہ بالکل توڑ کر اپنے آپ کو مکمل طور پر نروان حاصل کرنے کے لیے وقف کردیا تھا، بدھ مت کی اصطلاح میں اس دوسری قسم کے لوگ بھکشو کہلائے، اوران کی جماعت کو بحیثیت مجموعی سنگھ کے نام سے یاد کیا گیا، پینتالیس سال تبلیغ اوررشد وہدایت کی زندگی گزارنے کے بعد جب ۴۸۳ ق م میں گوتم بدھ کا انتقال ہوا تو بدھ مت کی آئندہ تبلیغ اوراشاعت کا کام بھکشوؤں کی اسی جماعت سنگھ کی ذمہ داری قرار پائی۔ (دنیا کے بڑے مذاہب)

بدھ مت کے اجتماعات:

پہلا اجتماع: گوتم بدھ کی تعلیمات کو محفوظ رکھنے اور بدھ مت کی آئندہ نشوونما کو متعین کرنے کے سلسلہ میں سب سے پہلا کام جو سنگھ نے کیا وہ گوتم بدھ کے انتقال کے معا بعد ''بدھ اجتماع'' کا انعقاد تھا، اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ گوتم بدھ کے تمام بزرگ بھکشو شاگردوں کی موجودگی میں ان کی تعلیمات کو یکجا کرلینا، اوراس پر سبھی بھکشو شاگردوں کے اتفاق رائے کو حاصل کرلینا تھا، چنانچہ گوتم بدھ کے ایک پرانے اور باعزت شاگرد مہا کشپا کی زیرصدارت اور مگدھ کے راجہ ''اجات شترو'' کی زیرسرپرستی مگدھ کی راج دھانی ''گرہا'' میں بدھ مت کا یہ ''پہلا اجتماع'' منعقد ہوا، بدھ روایات کے مطابق اس میں پانچ سو منتخب بھکشوؤں نے حصہ لیا، اور ''مہا کشپا'' کے علاوہ ''اپالی'' اور''آنند'' نامی گوتم بدھ کے بہت مقرب شاگردوں نے اجتماع کی کارروائی میں نمایاں کردار ادا کیا۔

اس اجتماع کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف گوتم بدھ کی تعلیمات میں ''ونایا'' (شرعی قوانین) اور''دھا'' (دینیات) کے حصے مرتب کئے گئے، وہاں سنگھ نے مذہبی معاملات میں اپنی مختار اعلی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے بعض بھکشوؤں پر جو الزامات لگائے گئے تھے، ان کا تصفیہ کیا، اس طرح گوتم بدھ کے انتقال کرجانے کے معا بعد ان کی تعلیمات کے مرتب ہوجانے اوران کی جگہ پر

بھکشوؤں کے ہاتھ میں بدھ مت کی مذہبی رہنمائی آجانے سے بدھ مت کا آئندہ مستقبل محفوظ ہوگیا۔ (دنیا کے بڑے مذاہب)

دوسرا اجتماع: گوتم بدھ کے انتقال کے سوسال بعد سنگھ کا دوسرا اجتماع ''ویشالی'' (بہار) میں منعقد ہوا، جس میں ملک کے دور دراز مقامات سے بھکشوؤں کی ایک بڑی تعداد نے حصہ لیا، ان کی کثرت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں بدھ مت نے اپنے دائرہ اثر کو کافی وسیع کرلیا تھا، لیکن اس اضافہ کے ساتھ سنگھ میں اختلاف ہوا اور بھکشو حضرات دو حصے میں بٹ گئے، ایک فرقہ ہنایان اور دوسرا مہایان کے نام سے مشہور ہوا۔

ان دونوں فرقوں کے مذہبی اصولوں میں بڑا فرق پایا جاتا ہے، فرقہ ہنایان پرانی روایات اور نظریات کا حامل ہے ان کے یہاں خانقاہی سلسلہ چلتا ہے، زینت، رقص و سرود اور موسیقی سے اجتناب کیا جاتا ہے، بالعموم مجرد زندگی بسر کی جاتی ہے، زرد کپڑے پہننا اور گھر گھر بھیک مانگ کر پیٹ بھرنا بڑا کام ہے۔

''مہایان'' یہ فرقہ اجتہاد کا قائل تھا، گوتم بدھ کے نافذ کئے ہوئے قانون کو روح جیسا تصور کرتا تھا، اور حالات کے تقاضے کے تحت بعض قوانین میں جزوی ترمیم کا قائل تھا، مذکورہ دونوں فرقوں کے باہمی کشمکش کے نتیجہ میں دوسرے اجتماع کا انعقاد ہوا، تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بعد میں ان کے اندر اور چھوٹے چھوٹے فرقے پیدا ہوئے لیکن بروقت جو مشہور ہیں یہی دونوں فرقے ہیں۔

اس دوسرے اجتماع کے بعد دونوں فرقے الگ الگ نہج پر اپنا اپنا کام کررہے تھے اور دن بدن ہندوستان کی حکومت مستحکم ہورہی تھی، اللہ کی کچھ ایسی مرضی ہوئی کہ ہندوستان کے تخت وتاج کا مالک اشوک نامی بادشاہ ہوا جو بدھ مت سے تعلق رکھتا تھا، اس نے بدھ مت کی ترقی اور اس کی اشاعت میں ایک مرکزی کردار ادا کیا، اور اس کی کوششوں کے نتیجہ میں بدھ مت ہندوستان سے نکل کر ایک بین الاقوامی مذہب بن گیا۔ (دنیا کے بڑے مذاہب)

بادشاہ اشوک اور تیسرے اجتماع کا انعقاد:

اشوک جو موریا خاندان کا تیسرا بادشاہ تھا، ۲۷۳ق م میں تخت نشین ہوا، وہ ابتدائی دور حکومت میں موریہ خاندان کی پرانی جنگجوئی اور توسیع حکومت کی پالیسی پر قائم رہا، پھر اس کا دل جنگجوئی کی پالیسی سے پھر گیا اور وہ قلبی اطمینان کی تلاش میں مذہب کی طرف رجوع کیا، اور بدھ مذہب اختیار کرلیا، وہ اپنے اندر اہنسا (عدم تشدد) کا ایک باقاعدہ نظریہ رکھتا تھا، بدھ مذہب اختیار کرنے کے بعد جہاں اشوک نے عمومی اعتبار سے ہندوستان کے عوام میں مذہبی اور اخلاقی اقدار اور رواداری کے جذبہ کے فروغ کے لیے کوششیں کیں، وہاں اس نے بدھ مذہب کی ترقی اور اشاعت کے لیے خصوصی طور پر اقدامات کئے، بدھ مت کو حکومت کی طرف سے بہت سی ایسی مراعات حاصل ہوئیں، جن سے وہ اب تک محروم تھا، اشوک کے عطا کردہ انعامات اور جاگیروں کے نتیجہ میں ''بدھ سنگھ'' بہت خوش حال ہوگیا، اشوک نے جگہ جگہ بدھ مت کی تاریخ سے وابستہ مقدس مقامات پر عمارتیں بنوائیں اور کتبے نصب کرائے، اور بھکشوؤں کے مشورہ سے تیسرے اجتماع کا اہتمام اپنی راج دھانی پاٹلی پتر (پٹنہ) میں کیا، اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک بار پھر بدھ مت کی تعلیمات کو ان کی خالص شکل میں مرتب کرکے محفوظ کرلیا جائے، چنانچہ اس وقت کے ممتاز بھکشو ''تیسا موگالی پتا'' کی زیر صدارت یہ تیسرا اجتماع منعقد ہوا، جس میں تقریباً ایک ہزار بھکشوؤں نے حصہ لیا، اس کے نتیجہ میں تمام بدعات اور ان پر عمل

پیرا بھکشوؤں کو بدھ سنگھ سے خارج کردیا گیا،اور متفق علیہ خالص تعلیمات کو تین مجموعوں میں مرتب کرلیا گیا،یہی مجموعے آج ''ترِی پٹیکا'' کے نام سے ہنایان بدھ مت کی مقدس کتابیں ہیں۔

اس اجتماع کے بعد ہندوستان کے اندراور بیرونی ممالک میں بدھ مت کی تبلیغ کے لیے مبلغین بھیجے گئے،شمالی ہندوستان میں کشمیر،کندھار(افغانستان)اور ہمالیہ کی پہاڑی ریاستوں کے علاوہ مغربی ہندوستان اور جنوبی ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں بھی مبلغین بھیجے گئے،بیرونی ممالک میں جنوب میں لنکا اور جنوب مشرق میں چین ملایا اور اس کے علاوہ یونان مصر،شام، ویتنام،تھائی لینڈ،کمبوڈیا،جاپان اور شمالی افریقہ تک مبلغین کے بھیجے جانے کا ثبوت اشوک کے کتبے میں ملتے ہیں۔(دراسات فی الیہودیۃ،دنیاکے بڑے مذاہب)

چوتھا اجتماع: بادشاہ ''کنشک'' کے دور حکومت میں منعقد ہوا،پہلی صدی عیسوی کے اخیر میں ہندوستان میں کشان سلطنت قائم ہوئی جس کے عظیم بادشاہ کنشک کی حکومت مشرق میں بنارس اور مغرب وشمال میں افغانستان،کشمیر اور وسط ایشیا کے جنوبی علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی اور بادشاہ بھی بدھ مت کا پیروکار تھا،جس نے اپنے دور حکومت میں چوتھا اجتماع کا انعقاد کیا،اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ تعلیمات گوتم بدھ پر مرتب شدہ کتابوں کی تفسیر کی جاوے،جو دور دراز تاویلات سے پاک وصاف ہو۔اس کے بعد انہوں نے تبلیغ کا دائرہ وسیع کیا اور دنیا کے اکثر ملکوں میں اس کے مبلغین پہنچے،جس کی وجہ سے بدھ مت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا، خود ہندوستان میں بھی تبلیغی سلسلہ برقرار رہا،بدھسٹوں اور برہمنوں میں ظاہری طور پر کوئی اختلاف نہ تھا،دونوں ایک دوسرے کے حریف ہونے کے باوجود اپنا تبلیغی مشن جاری رکھا،لیکن ساتویں صدی عیسوی میں دونوں کے مابین نزاعات اور اختلافات شروع ہوئے،معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ ۶۳۴ء میں بمقام قنوج دونوں فریقوں کے مابین مناظرہ کے لیے ایک اجتماع کا انعقاد ہوا،مناظرہ میں برہمن پنڈتوں نے بھکشوؤں پر غلبہ حاصل کرلیا،اس کے بعد سے بدھ مت کا زور ٹوٹنے لگا۔

آٹھویں صدی عیسوی میں ہندوستان پر راجہ بکر مادتیہ کی حکومت قائم ہوگئی جو برہمن تھا،اس کے دور میں ایک بہت بڑے پنڈت شنکر آچاریہ کا وجود ہوا۔(۷۸۸-۸۳۰ء) جنہوں نے ویدوں(ہندوؤں کی مقدس کتابیں) کی شرحیں لکھی اور ہندو مذہب کا بڑے شد و مد سے پرچار کیا،جس سے بدھ مذہب کے پیرا کھڑ گئے،پھر انہوں نے راجہ بکر مادتیہ کی مدد سے ہندوستان سے بدھسٹوں کو نکلنے پر مجبور کردیا، مجبورا یہ لوگ دوسرے دیشوں میں جاکر پناہ گزیں ہوئے۔(دراسات فی الیہودیۃ،مذاہب عالم اور اسلام،دنیا کے بڑے مذاہب)

بدھ مذہب کی کتابیں: بدھ مذہب کی کتابوں میں مندرجہ ذیل تین کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱)ستا دھاما(Sutta Orohamma) (۲)ونایا(Vinnya) (۳)ابھی دھاما(Abhi Dhamma)

ان کتابوں کی زبان پالی تھی جو اس زمانے کے عوام کی زبان تھی،اس لیے اس کو قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔

(نوٹ) گوتم بدھ کی وعظ وتبلیغ کی مجلسوں میں ہر شخص کو شریک ہونے کی اجازت تھی،آریوں کے یہاں جو طبقے ابھی تک گری نظروں سے دیکھے جاتے تھے گوتم بدھ نے انہیں اپنی تعلیمات میں شامل کرکے اونچ نیچ کا امتیاز مٹا دیا اور یہ واضح کردیا کہ انسانی نجات کا دارومدار خیر پر مبنی ہے نہ کہ ذات پات پر،اسی طرح یہ بھی بتایا کہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی کوئی گنجائش نہیں ہے صرف عبادت لامحدود ولازوال غیر مادی ذات کی ہے۔(مذاہب عالم اور اسلام) ☆☆☆

اتباع سنت کی اہمیت

مطیع اللہ سلفی
دارالعلوم ششہنیاں، الیدہ پور، سدھارتھ نگر

اقوام سابقہ کی تباہی و بربادی کا باعث اگر ایک طرف اللہ کی عبادت وبندگی سے گریز تھا تو دوسری طرف انبیاء اور رسل کی اطاعت وفرماں برداری سے انکار، اللہ نے ہر نبی کی امتی پر اس کی اتباع وپیروی کولازم قرار دیا ہے اور ہر نبی نے اپنی امت کو یہی پیغام دیا کہ اللہ کا تقوی اختیار کرو اور میری اطاعت کرو، اللہ نے قرآن مقدس میں نبی کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے ان کے طریقے کی پیروی کا قطعی اور حتمی حکم دیا ہے، اور رسول کی اطاعت اپنی اطاعت قرار دیا ہے: "ومن يطع الرسول فقد أطاع الله" اور اطاعت رسول کو ایمان کا لازمی حصہ قرار دیا ہے، اس کے بغیر کوئی آدمی مومن اور مسلمان نہیں ہوسکتا۔

ہم ذیل کے سطور میں قرآن مقدس کی روشنی میں یہ ثابت کررہے ہیں کہ رسول کی اتباع وپیروی کیوں کریں، وباللہ التوفیق۔

☆ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے علم کا منبع ومخزن وحی الٰہی ہے، کسی بھی انسان کو یہ مقام حاصل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالی سے رو در رو گفتگو کرے، بلکہ اس کی بات وحی کے ذریعہ ہوتی ہے یا پردے کے اوٹ سے یا فرشتہ کے ذریعہ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"وما كان لبشر أن يكلمه الله الا وحيا أو من وراء حجاب أو يرسل رسولا فيوحي بإذنه ما يشاء إنه علي حكيم﴾ (الشوری:۵۱) کسی بھی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ سے روبرو بات کرے، اس کی بات یا تو وحی کے ذریعہ ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر کوئی پیغامبر (فرشتہ) بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے وحی کی تین صورتوں کا تذکرہ فرمایا ہے:

(۱) وحی کی پہلی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ کے دل میں کسی چیز کا القاء ''الہام'' کرتا ہے یا کسی بات کو ڈال دیتا ہے، یا بذریعہ خواب کچھ بتا دیتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم کو خواب میں دکھایا کہ: "يا بني إني أرى في المنام أني أذبحك فانظر ماذا ترى" ابراہیم نے اس سے کہا: ''بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟'' (الصافات:۱۰۲) اسی طرح حضرت یوسف کو بھی خواب میں دکھایا گیا: "إذ قال يوسف لأبيه يا أبت إني رأيت أحد عشر كوكبا والشمس والقمر رأيتهم لي ساجدين" (یوسف:۴) جب کہ یوسف نے اپنے باپ (یعقوب) سے ذکر کیا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج وچاند کو دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کررہے ہیں۔

جس طرح حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف کو خواب میں دکھایا، اسی طرح رسول کریم ﷺ کو بھی خواب میں اللہ تعالی نے دکھایا کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ بیت اللہ میں داخل ہوکر امن کے ساتھ طواف وعمرہ کررہے ہیں اور اس خواب کو اللہ تعالی نے سچ ثابت کردیا، جس کا تذکرہ سورہ فتح میں اللہ تعالی نے اس طرح کیا ہے: "لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام إن شاء الله آمنين محلقين رؤوسكم ومقصرين لا تخافون" (الفتح:۲۷) یقیناً اللہ تعالی نے اپنے رسول کو واقعہ خواب سچ کردکھایا کہ ان شاءاللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوگے، سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے (چین کے ساتھ) نڈر ہوکر۔

آپ کے اوپر وحی کا آغاز بھی سچے خوابوں کے ذریعہ ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء نیند میں اچھے خواب کے ذریعہ سے ہوئی، آپ جو بھی خواب دیکھتے تھے وہ سپیدئ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا۔ (الرحیق المختوم ص۱۰۴) یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا، چنانچہ احادیث میں آپ کے بہت سے خوابوں کا ذکر ملتا ہے، جن میں آپ کو تعلیم دی گئی ہے یا کسی بات پر مطلع کیا گیا ہے، علاوہ ازیں متعدد احادیث میں یہ بھی ذکر آیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا فلاں بات بات میرے دل میں ڈال دی گئی ہے یا مجھے یہ بتایا گیا ہے یا مجھے اس سے منع کیا گیا ہے، اس طرح کی تمام چیزیں وحی کی اس پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۲) وحی کی دوسری شکل یہ ہے کہ بندہ پردہ کے اوٹ سے آواز سنے اور بولنے والا اس کو نظر نہ آئے جس طرح حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر ہوا کہ طور کے دامن میں ایک درخت سے یکا یک آواز آنے لگی مگر بولنے والا نگاہوں سے پرے تھا جو نظر نہیں آرہا تھا۔ (طہٰ:۱۱-۴۸)

معراج کے موقع پر آنحضور ﷺ کو وحی کی اس دوسری قسم کے شرف سے مشرف کیا گیا، متعدد صحیح احادیث میں یہ موجود ہے کہ آنحضور ﷺ کو نماز کا تحفہ اسی موقع پر ملا تھا اور بار بار جس طرح عرض معروض کرنے کا ذکر آیا ہے اس سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اللہ اور رسول کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کا تعلق وحی کی اسی شکل سے تھا۔

(۳) وحی کی تیسری قسم کے متعلق قرآن خود شہادت دیتا ہے کہ اس کو جبرئیل امین کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا گیا ہے۔ (البقرۃ:۹۷، الشعراء:۱۹۲-۱۹۵)

نبی کریم ﷺ کو وحی کی تینوں طریقوں کے ذریعہ تعلیمات وہدایات دی گئی ہیں۔

اب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ رسول کریم ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی اتاری گئی ہے، جس کا نام سنت وحدیث ہے، اس طرح قرآن مقدس سے اتباع سنت کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور سنت کی حجیت قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

حد قذف (بہتان تراشی) کا حکم سورہ نور کے اندر اللہ تعالی نے اس طرح بیان فرمایا ہے: "والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا وأولئك هم الفاسقون" (النور:۴) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو ان کے اوپر اسی کوڑے برساؤ اور ان کی شہادت قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فسق وفجور میں مبتلا ہیں۔

جب حد قذف کا حکم نازل ہوگیا تو صحابہ کرام کے ذہن وفکر کے افق پر اس طرح کے سوالات ابھر کر آنے لگے کہ غیر مرد وعورت کی بدچلنی وبدکرداری دیکھ کر آدمی صبر کرسکتا ہے، گواہ موجود نہ ہوں تو زبان پر قفل ڈال لے اور معاملہ کو نظر انداز کردے، کیونکہ گواہ نہ ملنے پر اس کے اوپر اسی کوڑے برسائے جائیں گے، لیکن اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کی بدچلنی دیکھ لے تو وہ کیا کرے؟ ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہ نے سوال کرہی ڈالا اور یہاں تک کہنے سے گریز نہیں کیا کہ خدانخواستہ اس طرح کا معاملہ اگر میں اپنے گھر میں دیکھ لوں تو گواہ ڈھونڈھنے کے بجائے اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کردوں گا۔ (بخاری ومسلم)

یہ تو ایک فرضی سوال تھا، تھوڑی ہی مدت میں اس طرح کے مقدمات رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش آگئے، انصار میں سے ایک صحابی (جن کا نام عویمر عجلانی تھا) نے حاضر ہوکر آنحضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں یہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے مرد کو پائے اور منہ سے کوئی بات نکالے تو آپ حد قذف جاری فرمائیں گے، قتل کردے تو قتل کرادیں گے،

چپ رہے تو غم والم میں مبتلا رہے، آخر وہ کیا کرے؟ اس پر آنحضورﷺ نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ خدایا تو اس مسئلہ کا تصفیہ فرمادے۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، احمد، نسائی)

ابن عباس کی ایک روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے آ کر اپنی بیوی کی بدچلنی اور بدکرداری کا تذکرہ فرمایا جسے انہوں نے اس گناہ عظیم میں بچشم خود ملوث دیکھا تھا، نبیﷺ نے فرمایا: ثبوت لاؤ ورنہ تم پر حد قذف جاری ہوگی۔ اس واقعہ کے بعد صحابہ کرام سخت اضطراب میں مبتلا ہوگئے، ہلال نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے، میں بالکل صحیح اور درست واقعہ پیش کررہا ہوں، جسے میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے اور کانوں نے سنا ہے، مجھے یقین ہے کہ میرے اس معاملہ میں اللہ ایسا کوئی حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو بچادے گا، جس پر آیت لعان نازل ہوئی۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابوداود) جس کو اسلامی قانون میں لعان کہا جاتا ہے۔ "والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء الا أنفسهم فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله إنه لمن الصادقين، والخامسة أن لعنة الله عليه إن كان من الكاذبين، ويدرأوا عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله إنه لمن الكاذبين، والخامسة أن غضب الله عليها إن كان من الصادقين" (النور:۶-۹)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے، اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہے، اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے، اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔

قارئین باتمکین! آپ نے دیکھ لیا کہ اس قضیہ کا حل اللہ تعالی نے کس طرح کیا، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبیﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے، جب تک کہ اللہ کی جانب سے ''وحی جلی'' یا ''وحی خفی'' کی شکل میں کوئی فیصلہ آپ کے سامنے نہیں آجاتا تھا، اس لیے نبی کی اتباع فرض ہے اور اس کے بغیر ہم قرآن کے فرمودات کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی عمل کرسکتے ہیں۔

☆ آیت ظہار کا نزول بھی کچھ اسی طرح کے پس منظر میں ہوا ہے، جس خاتون کے تعلق سے آیت ظہار کا نزول ہوا وہ قبیلہ خزرج کی خولہ بنت ثعلبہ تھیں اور ان کے شوہر اوس بن صامت انصاری، قبیلہ اوس کے سردار حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے، حضرت عبداللہ بن عباس کے بیان کے مطابق اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا، گوکہ یہ متعدد بار زمانہ جاہلیت میں ظہار کرچکے تھے (عرب میں بسا اوقات یہ صورت حال پیش آتی تھی کہ جب شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہوجاتا تھا تو غیض وغضب میں آکر یہ کہہ دیتا تھا کہ أنت علي كظهر أمي یعنی تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ جس کا مفہوم یہ ہوجاتا تھا کہ تجھ سے مباشرت کرنا اس طرح حرام ہے جس طرح ماں سے مباشرت کرنا۔ اسی لیے اصطلاح شرع میں اس کو ظہار کہتے تھے اور زمانہ جاہلیت میں اس طرح کا اعلان طلاق سے بھی زیادہ شدید قطع تعلق کا اعلان سمجھا جاتا تھا۔ محدثین کرام نے اس سلسلہ میں جو تفصیلات فراہم کی ہیں، ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

حضرت اوس بن صامت نے اپنی اہلیہ سے ظہار کرلیا، وہ رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ بیان فرما کر یہ فریاد کیا اے اللہ کے رسول کیا میری اور میرے بچوں اور بوڑھے شوہر کی زندگی کو تباہی سے بچانے کی تدبیر نکل سکتی ہے؟ آنحضورﷺ نے جو جواب دیا اس کو مختلف راویوں نے مختلف پیرایے میں نقل فرمایا ہے، بعض روایات میں تو یہ ہے کہ: ''ابھی تک اس مسئلہ میں مجھے کوئی حکم نہیں ملا ہے اور بعض میں یہ ہے کہ میرا خیال ہے تم ان پر حرام ہوچکی ہو، اور بعض میں یہ ہے کہ تم اس پر حرام ہوگئی ہو۔ اس جواب کو وہ سن

کرنالہ وشیون اور فریاد کرنے لگیں اور مکرر سہ کرر یہ عرض کرنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول انہوں نے تو طلاق کا لفظ نہیں استعمال کیا ہے، آپ ایسا کوئی حل ضرور بتائیے جس سے میں، میرے بچے اور بوڑھے شوہر کی زندگی تباہی و بربادی سے بچ جائے، مگر آپ ان کو ہر بار وہی مذکورہ جواب دیتے رہے، اسی دوران آپ کے اوپر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی اور سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح لوگوں کی باتیں سننے والا ہے کہ یہ عورت گھر کے ایک کونے میں نبی ﷺ سے مجادلہ کرتی اور اپنے خاوند کی شکایت کرتی رہیں، اور میں اس کی باتیں نہیں سنتی تھیں، لیکن اللہ نے آسمان پر سے اس کی بات سن لی، صحیح بخاری میں بھی تعلیقا اس کا مختصر اذکر موجود ہے:

﴿قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها وتشتكي إلى الله والله يسمع تحاوركما إن الله سميع بصير، والذين يظاهرون منكم من نساء هم ما هن أمهاتهم إن أمهاتهم إلا اللائي ولدنهم وانهم ليقولون منكرا من القول وزورا، وإن الله لعفو غفور، والذين يظاهرون من نساء هم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا، ذلك توعظون به والله بما تعملون خبير، فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل أن يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا ذلك لتؤمنوا بالله ورسوله وتلك حدود الله وللكافرين عذاب أليم﴾ (۴)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات کو سن لیا جو عورت تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وتکرار کررہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کررہی تھی، اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب کو سن رہا تھا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے اور دیکھنے والا ہے، تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتی، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے، یہ لوگ یقیناً ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے، جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرلیں تو ان کے ذمہ ایک دوسرے کے ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے، اس کے ذریعہ تم نصیحت کئے جاتے ہو، اور اللہ تعالیٰ تمام اعمال سے باخبر ہے، ہاں جو شخص نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینوں کے لگاتار روزے ہیں، اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص کو یہ بھی طاقت نہ ہو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ اس لیے کہ تم اللہ کی اور اس کے رسول کی حکم برداری کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور کفار ہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔

☆ یہودیوں نے آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا آپ نے اس وقت انہیں کوئی جواب نہیں دیا، جس وقت تک وحی کا نزول نہیں ہوا، جس کا تذکرہ اللہ نے یوں فرمایا ہے: "ويسألونك عن الروح قل الروح من أمر ربي وما أوتيتم من العلم إلا قليلا" (۱۷:۸۵) آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اور یہ روح جس کے بارے میں تم سوال کررہے ہو اس کا علم تو انبیاء سمیت کسی کو نہیں دیا گیا ہے، پس اتنی بات سمجھو کہ میرے رب کا حکم ہے، یا میرے رب کی شان میں ہے، جس کی حقیقت کو صرف وہی جانتا ہے۔

یہودیوں کا یہ سوال صحیح بخاری تفسیر سورہ بنی اسرائیل ومسلم كتاب صفة القيامة والجنة والنار ، باب سوال اليهودي النبي ﷺ میں موجود ہے۔

اس بیان سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ شرعی امور میں آنحضور ﷺ اپنی مرضی اور خواہش نفس پر مبنی کوئی بات نہیں بیان

فرماتے، جب تک کہ جبرئیل امین اللہ کی طرف سے جواب لے کرنہیں آجاتے، اس لیے نبی کی اتباع لازم، ضروری اور فرض عین ہے، اس کے بغیر کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا۔

☆ نبی ﷺ کی پیروی کیوں کریں؟ اس سلسلے میں سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کرنا انتہائی ناگزیر ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها النبي لم تحرم ما أحل الله لك وتبتغي مرضات أزواجك والله غفور رحيم، قد فرض الله لكم تحلة أيمانكم والله مولاكم وهو العلي الحكيم، وإذ أسر النبي إلى بعض أزواجه حديثا فلما نبات به وأظهره الله عليه عرّف بعضه وأعرض عن بعض فلما نباها به قالت من أنبأك هذا قال نبأني العليم الخبير، إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما وإن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه وجبرئيل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهير، عسى ربه ان طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن مسلمات مومنات تائبات عابدات سائحات ثيبات وأبكارا﴾۔

اے نبی تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے؟ کیا اس لیے کہ تم اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اللہ معاف کرنے والا ہے اور رحم فرمانے والا ہے، اللہ تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے، اللہ تمہارا مولی اور وہی علیم وحکیم ہے۔ (اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ) نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی، پھر جب اس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کردیا اور اللہ نے نبی کو اس (افشاء راز) کی اطلاع دے دی تو نبی نے اس پر کسی حد تک اس سے درگذر کیا پھر جب نبی نے (اسے افشاء راز کی) یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا آپ کو اس کی خبر کس نے دی ہے، نبی نے کہا مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے، اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں اور اگر تم نے نبی کے خلاف باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولی ہے، اور اس کے بعد جبرئیل اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ نبی کے ساتھی اور مددگار ہیں، بعید نہیں کہ اگر تم سب بیویوں کو طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرما دے جو تم سے بہتر ہوں، سچی، باایمان، اطاعت گزار، توبہ گذار عبادت گذار، روزہ دار خواہ شوہر دیدہ ہوں یا پاکیزہ۔

نبی ﷺ نے اپنے اوپر جس چیز کو حرام کرلیا تھا وہ کیا تھی؟ اگر چہ قرآن مقدس میں اس کی وضاحت نہیں ہے، لیکن کتب احادیث بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی وغیرہ میں حضرت عائشہ سے جو روایتیں منقول ہیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ:

آپ حضرت زینب بنت جحش کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرتے اور وہاں شہد نوش فرماتے، حضرت حفصہ اور عائشہ دونوں کو رسول کا زینب بنت جحش کے پاس کچھ زیادہ دیر تک ٹھہرنا دشوار گذرا، چنانچہ آپ کو زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے باز رکھنے کے لیے آپس میں یہ طے کیا کہ ان میں سے جس کسی کے پاس آپ تشریف لائیں تو ان سے یہ کہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، آپ نے فرمایا کہ میں تو زینب کے گھر صرف شہد پیا ہوں، اب میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ نہیں پیوں گا، لیکن اس بات کو تم لوگ راز میں رکھنا، یہ واقعہ ہے جس پر یہ آیت اتری۔

مذکورہ قرآنی دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمودات مرضی الٰہی کے مطابق ہیں، اس لیے رسول کی اتباع وپیروی، اطاعت وفرماں برداری لازم وضروری ہے، اس کے بغیر کوئی آدمی مومن ومسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

زن وشوہر کے حقوق وفرائض

حافظ عبدالرحمٰن سلفی

اسلام میں عورت کو نمایاں مقام حاصل ہے اور اس کے فرائض وذمہ داریاں بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، اسے ''رب البیت'' گھر کی مالکن کا درجہ حاصل ہے اور وہ اپنے حسن انتظام سے اسے جنت نشان بنا دیتی ہے۔

عورت گھر کی زینت ہے، اس کی آبیاری کرنا اس کا فریضہ ہے، قرآن میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ (الأحزاب:۳۳) اور عورتو تم اپنے گھروں میں سکون پذیر رہو۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: "الزمن بيوتكن فلا تخرجن بغير حاجة" (تفسیر القرآن العظیم ج ۳ص ۱۳۱۷) عورتوں کو گھروں میں مقیم رہنا چاہئے، بلا کسی حاجت کے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔

اور علامہ قرطبیؒ آیت کریمہ: ﴿فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله﴾ (النساء:۳۴) (تو نیک عورتیں وہ ہیں جو فرماں برداری کرنے والی ہے اور خاوند کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو کی حفاظت کرنے والیاں ہیں) کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس آیت میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت کریں اور خاوند کی عدم موجودگی میں ان کے مالوں کی اور اپنی عزت کی حفاظت کریں۔ (تفسیر قرطبی ج ۵ص ۱۲۹)

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "المرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها" (صحیح مسلم:۱۸۲۹) یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر کی محافظ ونگہبان ہے اور اس سے (بروز قیامت) اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

لہذا عورت کے لیے ضروری ہوگیا کہ وہ بنفس نفیس اپنی عصمت وپاکدامنی کا خیال کرے اور مزید ایسے لوگوں کو گھروں میں داخل نہ ہونے دے جسے شوہر ناپسند کرتا ہو، خواہ وہ اس کا قریبی ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ بھی بدی کا دروازہ کھولنے کا ایک ذریعہ ہے۔

ارشاد نبوی ہے: "فأما حقكم على نسائكم أن لا يؤطئن فرشكم من تكرهون ولا يأذن في بيوتكم لمن تكرهون" (سنن الترمذی، رقم:۱۱۶۳) یعنی تمہارا حق ان عورتوں پر یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ایسے لوگوں کو نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور ایسے لوگوں کو گھروں کے اندر آنے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم اچھا نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر کوئی عورت ان تمام شرعی احکامات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غیر مرد کی طرف مائل ہوکر شوہر کی امانت میں خیانت (بدکاری) وغیرہ کرے تو ایسی عورتوں کے متعلق فرمان نبوی ہے:

"أيما امرأة نزعت ثيابها في غير بيتها فرق الله عز وجل عنها ستره" (صحیح الترغیب

والترھیب ۱/۱۸۳، رقم: ۱۷۱) جوعورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کے گھر میں اپنے کپڑے اتارے تو اللہ ایسی عورت کو رسوا کردیتا ہے۔

اولاد کی تربیت:

اولاد ماں باپ کے پاس امانت ہوتی ہے اوراس کی تربیت اس کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے، ان کے بچے ان کی رعایا ہوتے ہیں اور وہ ان کے ذمہ دار، لہذا ان سے خیر خواہی کرنا اور اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق ان کی اصلاح وتربیت کرنا ان پر واجب ہے، خاص کر ماؤں کو یہ بات سمجھنی چاہئے، کیونکہ شوہر حضرات عام طور پر کسی نہ کسی مقصد کے تحت گھروں سے غائب رہتے ہیں، لہذا بچوں کی دینی واخلاقی تربیت کرنا ماں کا اہم فریضہ ہے، گرچہ اس فریضہ کے حامل باپ بھی ہیں، حدیث نبوی ہے: "المرأة راعية على بيت زوجها وولده" (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۹ص۵۲) عورت شوہر کے گھر کی اوراس اولاد کی ذمہ دار ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''بچے کی تربیت کے لیے باپ سے زیادہ حقدار ماں ہے، کیونکہ وہ زیادہ رحم دل، اس کی تربیت کو زیادہ سمجھنے والی اور زیادہ صبر کرنے والی ہے۔'' (التعلیق علی سبل السلام للشیخ عبداللہ بسام ج۳ص۱۵۶۱) علاوہ ازیں یہ بھی معروف ومشہور ہے کہ "الأمة مدرسة"۔

شوہر کے مال وجائداد کی حفاظت:

عورت پر واجب ہے کہ شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے مال وجائداد کی نگہبانی کرے اور خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے مال وغیرہ میں کوئی تصرف نہ کرے، حضرت ابوامامہ الباہلی ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: "لا تنفق المرأة شيئا من بيت زوجها إلا بإذن زوجها، قيل يا رسول الله! أو لا الطعام؟ قال ذاك أفضل أموالنا" (مسند احمد ج۵ص ۲۶۷) کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ بھی خرچ نہ کرے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کھانا بھی کسی کو نہ دے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھانا تو ہمارا بہترین مال ہے''۔

ہاں اگر شوہر کنجوس آدمی ہے، بیوی کو اتنا خرچ نہیں دیتا جو اس کے اوراس کے بچوں کے لیے کافی ہوتو بیوی کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے معروف طریقے سے اس قدر اس کے مال سے لے لینا جائز ہے جتنا انہیں کفایت کرجائے، صحیح بخاری میں حضرت ہند بنت عتبہ ؓ ابوسفیان کی بیوی کا واقعہ مذکور ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے، وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، مگر یہ کہ میں خفیہ طور پر کچھ لے لیتی ہوں، تو ایسا کرنے سے مجھ پر کوئی گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف" معروف طریقے سے تم اتنا مال لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کافی ہوجائے۔ (صحیح بخاری، رقم: ۲۲۱۱)

اچھے انداز سے بودوباش رکھنا:

جس طرح شوہر ہر وقت بیوی سے اس کے فرائض وواجبات اور لوازمات کی ادائیگی کا خواہاں رہتا ہے، اسی طرح اسلامی شریعت نے بیوی کے لیے شوہر پر کچھ فرائض مقرر کئے ہیں، اس لیے شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرے، اور بیوی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے، نہ ہی اس کے جذبات کو مجروح کرے، بلکہ حتی الامکان اس کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھے، جیسا کہ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: "وعاشروهن بالمعروف" (النساء:۱۹) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔

اور پیغمبر محمد ﷺ کا فرمان ہے: "خياركم خياركم لنساء هم" (سنن ابوداود رقم:۴۶۸۲) تم میں بہترین وہ شخص ہے جو تم میں سے اپنی عورتوں کے لیے حسن سلوک کے اعتبار سب سے بہتر ہے"۔

دوسری حدث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں حسن سلوک کی میری وصیت قبول کرو، بلاشبہ انہیں پسلی کی ہڈی سے پیدا کیا گیا ہے، اور پسلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر والا ہوتا ہے، لہذا اگر کوئی اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ "فاستوصوا بالنساء خيرا" لہذا تم عورتوں سے ہمیشہ اچھا برتاؤ ہی کیا کرو۔ (صحیح بخاری، رقم:۵۱۸۴، ۵۱۸۵)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: "كسرها طلاقها" اسے توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔ (صحیح مسلم رقم:۱۵۶۸)

صحیح مسلم ہی کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے مرد حضرات کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "لا يفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقا رضي منها آخر" (صحیح مسلم رقم:۱۴۶۹) کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے نفرت نہ کرے، اگر وہ اس کی کوئی ایک عادت ناپسند کرتا ہے تو (یقیناً) اس کی کوئی دوسری عادت اسے پسند بھی تو ہوگی۔

مثلاً: ایک عورت تعلیم یافتہ نہ ہو مگر دیندار ہو جو اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرتی ہو، پنج وقتہ نماز کا خیال رکھتی ہو، روزہ کا اہتمام کرتی ہو، شوہر کی فرماں بردار ہو، کفایت شعار ہو، امور خانہ داری بخوبی انجام دیتی ہو تو اس کی ان خصال حمیدہ کی بنا پر وہ اس کا تعلیم یافتہ نہ ہونا برداشت کرے اور اس سے اچھے ڈھنگ سے پیش آنے کی کوشش کرے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي" (سنن الترمذی، رقم:۳۸۹۵) تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنی بیوی کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں تم میں اپنی بیویوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ مزید فرماتی ہیں: "كان في مهنة أهله" یعنی آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کی خدمت کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، رقم:۶۰۳۹)

معلوم ہوا کہ بہترین انسان وہ ہے جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرے، ان کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھے۔ لہذا عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو درگذر کرتے ہوئے غصہ پی جانا چاہئے۔

خیال رہے کہ حسن معاشرت اور حسن سلوک میں یہ بھی ہے کہ مرد عورت کو مناسب خرچ دے، اسے کھانا اور لباس وغیرہ مہیا کرے، نیز یہ کہ اس سے جب بہ تقاضائے بشریت کوئی خطا ولغزش ہو جائے تو وہ وعظ ونصیحت اور چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اس کے خلاف طعن وتشنیع کا طریقہ اپنانے، غیر مہذبانہ ہتھکنڈے اختیار کرنے اور ناشائستہ سزائیں دینے سے باز رہے۔

جیسا کہ حضرت معاویہ قشیریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا: بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت ولا تضرب الوجه، ولا تقبح، ولا تهجر إلا في البيت" (سنن ابن ماجہ رقم: ۱۵۰۰) جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلائے جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، گالی نہ دے اور اگر نافرمان عورت کو راہ راست پر لانے کے لیے ترک تعلق کی ضرورت پیش آئے بھی تو اپنے گھر کے اندر ہی علیحدگی اختیار کرے۔(۱)

علاوہ ازیں مرد پر یہ بھی لازم ہے کہ اگر اس کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کی باری مقرر کرے، ہر ایک کو مناسب اور برابر وقت دے اور حتی الوسع ان کے درمیان عدل کی کوشش کرے، تاہم واضح رہے کہ یہ ایسے عدل کی بات ہے جس کی انسان قدرت وطاقت رکھتا ہے، مثلا باری مقرر کرنا، لباس اور کھانا وغیرہ مہیا کرنا، لیکن جہاں انسان عدل کی طاقت ہی نہیں رکھتا، مثلا قلبی میلان ومحبت وغیرہ تو اس کا انسان سے مواخذہ نہیں ہوگا، آپ ﷺ کو اپنی تمام بیویوں میں سے حضرت عائشہؓ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی، اس لیے نبی ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك" (سنن الترمذی، رقم: ۱۱۴۰) یا اللہ! ان معاملات میں جو میرے اختیار میں ہیں میری یہ تقسیم ہے تو جس معاملے میں میں بے اختیار ہوں اور صرف تو ہی اس پر اختیار رکھتا ہے اس میں مجھے ملامت نہ کرنا۔

☆☆☆

(۱) مرد علیحدگی (دوری) کتنی اور کہاں تک اختیار کرے؟ محدثین فرماتے ہیں کہ ترک تعلق اس طرح کیا جائے کہ رات کو اس کے ساتھ سونا چھوڑ دیا جائے یا یہ کہ علیحدگی صرف بستر کی حد تک ہو بات چیت ترک نہ کی جائے، ترک کلام سے بعد میں اضافے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی خاص سبب ہو تو گھر کے باہر بھی علیحدگی کی اجازت ہے۔

انسانی حقوق کے سلسلے میں اہل مغرب کا کردار

سعید الرحمٰن عبد المجید سلفی

ان الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کو پیش نظر رکھا ہے، اور وہ ہر انسان کے ساتھ مساوات و برابری ورواداری کا برتاؤ کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اور ہر ایک کو اس کی مذہبی اور فکری آزادی دی ہے، خواہ وہ کسی بھی دین سے تعلق رکھتا ہو یا کسی بھی تہذیب وتمدن کا حامل ہو سب کے ساتھ یکساں سلوک کی تعلیم دیتا ہے، ان کی عبادت گاہوں، معابد، معاہد ومکاتب اور ان کے دین کے تمام شعائر کی حفاظت اور پاسداری کی ذمہ داری لی ہے اور ان کے معبودان باطلہ کو گالی گلوج، سب وشتم اور ان کے تئیں نازیبا کلمات کے استعمال سے سختی سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ان کو سب وشتم کرنا خود اللہ تعالی کو سب وشتم اور اس کی شان میں گستاخی کا موجب بنتا ہے، چنانچہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم، كذلك زينا لكل أمة عملهم ثم الى ربهم مرجعهم فينبئهم بما كانوا يعملون﴾ (الانعام: ۱۰۸) یعنی: اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گذر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے، پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے، سو ان کو بتلا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی)

اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس نے انسانوں کے تمام حقوق کی رعایت کی ہے، اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین ایسا نہیں ہے جس نے اپنے ماننے والوں اور متبعین کے ساتھ ساتھ غیروں کے حقوق کی رعایت ہو، اسلام نے جس طرح سے اپنے متبعین کے ساتھ عدل وانصاف، مساوات ورواداری کا برتاؤ کیا ہے، اسی طرح غیروں کے ساتھ معاملہ وسلوک اپنایا ہے اور ان کے تمام شعائر دینیہ ومذہبیہ کی حفاظت کی ہے، حتی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ مغلوب وشکست خوردہ قوم کے ساتھ حد درجہ نرمی واحسان کا برتاؤ کیا جائے، ان کی عبادت گاہوں کو نہ ڈھایا جائے، بوڑھے، بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کیا جائے، ان کی املاک، زمین وجائداد، کھیتی باڑی، باغات اور ان کے مویشیوں کو برباد نہ کیا جائے، فتح مکہ ودیگر جنگوں کے واقعات کو دیکھنے سے یہ باتیں روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہیں، یہ تمام باتیں احادیث وسیر کی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہیں۔

لیکن اس کے برعکس مغرب اور اہل مغرب نے دنیائے انسانیت کو ان کے حقوق کے نام پر کیا دیا اور کس طرح انہوں نے انسانیت کے حقوق کی پاسداری کی یہ خود ان کے کردار وعمل سے ظاہر ہے، انہوں نے زبانی دعوے تو کئے، کانفرنسوں اور

سیمیناروں میں انسانیت کے حقوق سے متعلق قراردادیں منظور کیں، اور انسانیت کے حقوق کے تحفظ وبقا کے گن گائے، لیکن ان کا عمل ان کے قول وقرار سے برعکس ثابت ہوا، انہوں نے پوری دنیا کی نیند، امن وچین، سکون واطمینان کو پامال کیا اور دنیائے انسانیت کو جنگ وجدال، قتل وخونریزی، خطرات ومصائب میں مبتلا کردیا۔

انسان کے لیے کچھ فطری حقوق ہیں جن کی حفاظت ورعایت ہر حکومت وسیادت اور ہر قوم پر واجب وضروری ہے، یہاں میں چند اہم حقوق کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں:

(۱) انسانیت کی جان کی حفاظت

(۲) انسان کے دینی ومذہبی امور کی حفاظت ورعایت

(۳) چین وسکون کی حفاظت

(۴) مال واسباب کی حفاظت

یہ چار ایسے حقوق ہیں جو انسانی زندگی کی تحفظ وبقا کے لیے از حد ضروری ہیں، ان کی حفاظت ورعایت کے بغیر انسان کی زندگی بے معنی ہے۔

ہماری یہ بحث انہیں چاروں حقوق سے متعلق ہے، جس کی تشریح وتوضیح آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) انسان کی جان کی حفاظت:

انسان کا پہلا حق ہے جس کی حفاظت ضروری ہے۔

مغرب نے انسانیت کے اس حق کی کتنی حفاظت ورعایت کی یہ ان کے سابقہ کردار وعمل سے ظاہر وباہر ہے، دوسری جنگ عظیم جو جرمنی وفرانس کے مابین ہوئی اس جنگ میں لاکھوں لوگ موت کی بھینٹ چڑھ گئے اور قتل وخونریزی کا ایک خوفناک منظر دنیا کے سامنے آیا، لاکھوں لوگ وطن سے بے وطن ہوگئے، کتنی مائیں اولاد سے محروم ہوگئیں، کتنی عورتوں کا سہاگ چھن گیا اور کتنی آرزوئیں اور تمنائیں شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکیں، یہ سارے واقعات وحادثات ایک خونریز جنگ کے نتیجے میں سامنے آئے۔

امریکہ نے قیام امن کے نام پر افغانستان وعراق پر حملہ کیا اور وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجادی، دن رات نہتے لوگوں پر بموں اور میزائلوں کی بارش کی، ان کے مساجد ومعابد کو مسمار کردیا، ان کے مکانات وحویلیاں خاکستر ہوگئیں اور ان کی فوجوں نے افغانی وعراقی باشندوں کے ساتھ وہ وحشیانہ اور ظالمانہ سلوک کیا جس کو دیکھ کر پوری دنیا شرمسار ہوگئی، خود امریکی باشندوں نے اس کا احساس کیا اور حکومت مخالف نعرے لگائے اور فی الحال مغربی دنیا امریکہ، برطانیہ، فرانس اور اٹلی نے لیبیا کو اپنا نشانہ بنانا شروع کردیا ہے، ان ممالک کے فائٹر جیٹس نے وہاں کے باشندوں کی جانوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے، ۲۱/مارچ ۲۰۱۱ء کو ان ممالک کے جنگی طیاروں نے معمر غذافی کے کئی ٹھکانوں پر ہوائی حملے کئے، جس میں لیبیا کے

صدر معمر غذافی کے بیٹے سمیت سیکڑوں لوگ مارے جا چکے ہیں، شاید مغربی دنیا کو لیبیا کی عوام سے زیادہ لیبیا میں اپنے اور ہم نواؤں کے مفادات عزیز ہیں۔

اس سے صرف نظر اسلام نے اپنے متبعین کو یہ تعلیم دی ہے کہ ناحق کسی نفس کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے برابر ہے، ایک انسان کو خطرے میں ڈالنا پوری انسانیت کو خطرات میں ڈالنا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ومن قتل نفسا بغير نفس أو فساد فى الأرض فكأنما قتل الناس جميعا ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا﴾ (سورہ مائدہ:۳۲)

ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

(۲) مذہبی امور کی حفاظت و رعایت:

انسان کی جان کی حفاظت کے بعد دوسری چیز جس کی حفاظت ضروری ہے وہ ہے مذہبی امور کی رعایت، انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اس کے دینی امور کی حفاظت و رعایت ہر حکومت و سیادت کی ذمہ داری ہے، اس لیے کہ انسان کے دنیا میں آنے کے بعد کسی نہ کسی دین سے جڑنا اس کے لیے لازمی امر ہے اور ہر انسان کے نزدیک اس کا دین و مذہب اس کا عقیدہ محبوب و پسندیدہ ہوتا ہے وہ انسان اپنے دین و مذہب و عقیدہ کے خلاف ادنی سے ادنی بات بھی سننا گوارہ نہیں کرتا ہے اور اپنے مذہبی امور کی پاسداری میں اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔

لیکن انسانیت کے اس عظیم جذبے اور احساس کی ناقدری کرتے ہوئے مغرب اور اہل مغرب نے مذہبی امور اور دینی و مذہبی مقامات و شعائر دینیہ کا کچھ بھی پاس و لحاظ نہ رکھا اور اپنے مفاد کی خاطر ان کے خلاف کچھ بھی کر گزرنا روا جانا۔

کہیں نماز پر پابندی عائد کی گئی تو کہیں اذان پر، کہیں حجاب پر اور کہیں قرآن مخالف نعرے و اعتراضات۔

ہالینڈ میں اذان اور مساجد کے مینار پر پابندی لگائی گئی، جرمنی اور فرانس میں برقع پر پابندی لگائی گئی اور امریکہ نے اپنا منتخب کردہ قرآن لوگوں کے درمیان شائع کیا۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقوق انسان کے نام سے مغرب کے تمام وعدے و دعوے صرف زبانی ہیں، ان کا کردار اس کے خلاف ہے۔

اس کے برعکس اسلام نے تمام ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کی ان کے مذہبی امور کی رعایت و حفاظت کی ذمہ داری لی، اسلام کی تاریخ میں ایسے واقعات نہیں ملتے کہ اسلام کے ماننے والوں نے کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا ہو، ان کے مذہبی امور اور ان کے شعائر کو استہزاء و مذاق کا سامان بنایا ہو، ان کے معابد و کنائس اور ان کی دینی و مذہبی درسگاہوں کی بے حرمتی کی ہو۔

اس بیان سے اسلام اور مغرب کے درمیان یہ فرق واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے انسانیت کے مذہبی امور کی رعایت کی ہے۔

(۳)امن وچین کی حفاظت:

چین وسکون انسان کا فطری حق ہے، جس کی حفاظت ضروری ہے، چین وسکون انسانی زندگی کے لیے ایک لازمی شئی ہے، اس کے بغیر انسانی زندگی اجیرن ہے، اسلام نے امن وامان قائم رکھنے کی بڑی اہمیت دی ہے، لیکن مغربی دنیا نے انسانیت پر ظلم وتعدی کے جو پہاڑ توڑے، ان کی املاک زمین وجائداد ومکانات کونقصان پہنچایا جس سے انسانی زندگی کا چین وسکون خطرات ومصائب میں تبدیل ہوگیا، اور دنیائے انسانیت چین وسکون، امن وامان سے محروم ہوگئی، اس روشنی میں ایک صحیح العقل وسلیم الفطرت انسان قطعی طور پر یہ کہہ سکتا ہے کہ مغرب نے انسانیت کے تیسرے حق کی طرف کچھ توجہ نہ دی بلکہ اپنے مفادات کومدنظر رکھا، اوران کے تحفظ کی خاطر دنیا کے امن وامان کوخطرے میں ڈال دیا۔

جبکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں امن وسکون پھیلاؤ اور مخالفین امن وسکون سے ہر ممکن طریقہ سے لڑائی کرو، تاکہ دنیا میں امن وسکون کا بول بالا ہو۔

(۴)مال واسباب کی حفاظت:

انسانی زندگی میں مال واسباب ایک اہم شئی کی حیثیت رکھتے ہیں، خاص کر اس مالی ومعاشی بحران کے دور میں اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، اسلام نے تمام انسانوں کے مال واسباب کی حفاظت ورعایت کی ذمہ داری لی ہے، اور دنیائے انسانیت کواس کا درس دیا ہے، اسلام نے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا ہے، تاریخ میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ کبھی بھی اسلام نے انسانیت کے اس حق کی پامالی کی ہو، ان کے مال واسباب، وسائل وذرائع پر ناحق دست درازی کی ہو۔

اس سے صرف نظر مغربی دنیا کا حال اس کے خلاف رہا ہے، مغرب کو جہاں اپنا فائدہ نظر آیا، اس کو حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، خواہ اس سے انسانیت کا یہ حق پامال ہی کیوں نہ ہو۔

امریکہ نے عراق پر حملہ کیا اور تیل کی کانوں کو اپنے مخلصین کے حوالہ کردیا، اس مفاد کے حصول کے لیے امریکہ نے ہر ظلم وستم کو روا جانا اور اپنے مقاصد واہداف کو حاصل کرنے میں لاکھوں انسانوں کی جان ومال کے ساتھ کھلواڑ کیا اور اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوا۔

اس کے برعکس اسلام نے اپنے متبعین کو "يا أيها الذين آمنوا لا تاكلوا أموالكم بينكم بالباطل" کی تعلیم سے روشناس کرایا اور ظلم وعدوان کو ناجائز وحرام قرار دیا۔

ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مغرب نے انسانیت کے حقوق کے نام پر جو دعوے اور وعدے کئے یہ صرف اور صرف زبانی ہیں، ان کا کردار اور ان کا عمل ان کے قول کے خلاف ہے، مغرب کے اس کردار نے پوری بنی نوع انسانیت کے حقوق کو خطرہ میں ڈال دیا ہے، اسلام ہی حقوق انسانیت کا سچا محافظ وپاسبان ہے، زبان خلق اور تاریخ اس صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے، اوراس کے نتیجے میں پوری انسانیت پر خوف وہراس کا ماحول ہے۔ ☆☆

جماعت اہل حدیث کی حدیثی خدمات

فصیح الرحمٰن بن محمد انسان
متعلم جامعہ سلفیہ، بنارس

ہمارے ملک ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی وتبلیغی وحدیثی خدمات ناقابل فراموش ہیں، اس جماعت نے ہمیشہ بدعت وخرافات کی بیخ کنی کی اور خالص کتاب وسنت کی دعوت وتبلیغ کا کارفریضہ انجام دینے میں کوشاں رہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے زمانہ سے ہندوستان میں علم حدیث نے عروج کے منازل طے کرنا شروع کیا اور حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کے تلامذہ نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پرچم حدیث کو بلند کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج علم حدیث کی تعلیم ہر مدرسہ میں موجود ہے۔

برصغیر میں علم حدیث کی ابتداء:

۱۵ھ ہی سے یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے ہند میں مسلمانوں کی آمد بغرض تجارت شروع ہوگئی اور ساتھ ہی ساتھ مسلمان اسلام کی دعوت بھی لوگوں کو دینے لگے، پھر دور بنوامیہ میں حجاج بن یوسف کے بھتیجے محمد بن قاسم کی قیادت میں مسلمانوں کی ایک فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور سندھ کو فتح کرکے حکومت قائم کردی، اسی سے علم حدیث کی ترویج واشاعت ہوئی۔(۱)

اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی یہاں تک کہ ''اکبر اعظم'' کے زمانہ (۱۶۰۵ء) میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے، ان کے وہاں جانے سے نصف صدی پیشتر مشہور محدث علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حرم شریف میں حدیث کی نشر واشاعت کا آغاز کیا تھا ان کی وفات کے بعد صاحب کنز العمال شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان سے علم حدیث کا درس لیا اور صحیحین پڑھیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ پہلے خوش نصیب شخص ہیں جنہوں نے صحاح ستہ اپنے ساتھ لائے اور یہاں ان کا درس شروع کیا۔(۲)

برصغیر میں سلسلۂ اسناد کے دوطرق:

۱-ایک طریق حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ہے اور شاہ ولی اللہ کی سند کا سلسلہ شیخ طاہر مدنیؒ سے شروع ہو کر صحابہ کرام اور آنحضرت ﷺ تک پہنچتا ہے۔

۲-دوسرا طریق براہ راست یمن ہے جو امام شوکانیؒ کے ذریعہ پہنچتا ہے، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمہ اللہ نے

(۱) فتوح البلدان، باب فتح السندھ، بلاذری، ص: ۶۰۷۔
(۲) تراجم علماء حدیث ہند، ص ۳۶ (ابویحییٰ امام خاں نوشہروی)

حدیث کا فیض قاضی حسین بن محسن انصاری خزرجی یمنیؒ سے کیا اور قاضی حسین بن محسنؒ امام شوکانیؒ کے شاگرد تھے، بقیہ سلسلۂ سند امام شوکانیؒ سے صحابہ کرام اور اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچتا ہے، اور اللہ کا فضل واحسان ہے کہ ان دونوں سلسلۂ اسناد میں علماء اہل حدیث پیش پیش نظر آتے ہیں اور ان کا مقام ومرتبہ اظہر من الشمس ہے۔(۱)

برصغیر میں علم حدث کے اہم مراکز ابتدائی صدیوں میں:

فتح سندھ کے بعد ''دیبل'' محدثین کا ایک عظیم مرکز بن گیا تھا اور گذشتہ صدی کے نصف آخر میں بھوپال اہل حدیث کا ایک اہم مرکز بن گیا اور سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے دہلی میں مرکز قائم کیا۔(۲)

ہندوستان میں علم حدیث کا عام رواج:

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے ہندوستان میں علم حدیث کا جو پودا نصب کیا تھا اس کا ثمرہ پورے ہندوستان میں پھیل گیا اور انہوں نے علم حدیث کو عام کیا اور اصول ستہ کی تدریس شروع کی اور ان کے علاوہ موطا امام مالک پر بڑا زور دیا، اور ''المصفی'' فارسی میں اور ''المسوی'' کے نام عربی زبان میں موطا کی شرحیں لکھیں، شاہ ولی اللہ کے بعد ان کے فرزند نے علم حدیث کو فروغ دیا۔(۳) حضرت میاں سید نذیر حسین دہلویؒ کا حلقۂ تلامذہ انتہائی وسیع تھا، جن کے علوم سے بے شمار علماء اہل حدیث نے فیض حاصل کیا اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور تن من دھن سے علم حدیث کی خدمات جلیلہ کا فریضہ انجام دیا، جن سے پورے ہندوستان میں علم حدیث کی دلنواز صدائیں بلند ہونے لگی اور عوام الناس میں علم حدیث سیکھنے کا رجحان پیدا ہوا، اس دوران لاتعداد محدثین وعلماء پیدا ہوئے، جن میں سے چند نامور محدثین کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

جماعت اہل حدیث کے چند نامور محدثین اور ان کی خدمات حدیث:

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جن کا ذکر اوپر ہوا جنہوں نے عربی، فارسی زبان میں شروح حدیث تصنیف کیں، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (۱۲۴۸-۱۳۰۷ھ) آپ کی ذات کسی تعارف کا محتاج نہیں، آپ نے مختلف علوم وفنون میں کتابیں لکھیں جن کی تعداد تین سو سے زائد ہیں اور آپ نے بھی عربی، فارسی دونوں زبانوں میں حدیث کی شرحیں تصنیف کیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱- عون الباری لحل أدلة البخاري (دوجلدیں، عربی) صفحات مجموعی ۱۶۳۵۔

۲- السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم ابن الحجاج (دوجلدیں، عربی) صفحات:۱۴۰۹۔

۳- مسك الختام شرح بلوغ المرام (دوجلدیں، فارسی) صفحات ۱۱۶۱۔

۴- فتح العلام شرح بلوغ المرام (اول دوم، عربی) صفحات مجموعی:۴۶۱۔

(۱) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں ص:۵۳۲ (مولانا قاضی محمد اسلم سیف)

(۲) تراجم علماء حدیث ہند ص:۳۷ (ابویحییٰ امام خاں نوشہروی)

(۳) المصدر السابق ص:۳۶ (ابویحییٰ امام خاں نوشہروی)

۵- توفيق الباری لترجمة الأدب المفرد للبخاري (اردو) (۱)

پھر یکے بعد دیگرے دوسرے علماء اہل حدیث نے کتابیں تصنیف کیں جن میں سے چند کے اسماء مع چند شروح درج ذیل ہیں:

(۱) مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (۱۲۷۳-۱۳۲۹ھ)

۱- عون المعبود على سنن أبی داود (عربی)

۲-غاية المقصود فی حل سنن أبی داود (عربی)

۳- التعليق المغنی على سنن الدار قطنی (عربی)

(۲) علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوریؒ (۱۲۸۳-۱۳۵۳ھ)

۱- مقدمة تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذی

۲- تحفة الأحوذي فی شرح جامع الترمذی

۳- ابكار المنن فی نقد آثار السنن

۴- اعلام أهل الزمن من تبصرة آثار السنن (۲)

(۳) محدث کبیر مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۲۷-۱۴۱۴ھ)

۱- مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۔ شروح حدیث میں یہ اپنے فن کی نادر شہرۂ آفاق کتاب نہایت ہی عمدہ اور بلند پایہ کی ہے۔

(۴) مولانا نواب وحید الزماں حیدرآبادیؒ (۱۲۶۷-۱۳۳۸ھ)

۱- أحسن الفوائد في تخريج أحاديث شرح العقائد (عربی)

۲- الهدی المحمود لترجمة سنن أبی داود (اردو)

۳- كشف المغطا في ترجمة مؤطا امام مالك (اردو) (۳)

علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث کا اعتراف اوران کی تحسین:

مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ: ”یہ اللہ تعالی کی عظیم انعام واکرام ہے ہندوستان پر علم حدیث کے انحطاط وزوال کے وقت کہ ایسے نازک حالات میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رونما ہوئے اورانہوں نے دعوت وتبلیغ اور اصلاح کے لیے ایک نیا منہج مرتب کیا اور وہ سلف صالحین کا منہج وطریقہ تھا اور یہ دعوت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور شاہ صاحب کی دعوت کا اصل مقصد وہدف دین اسلام کی بدعت وخرافات کا قلع قمع کرنا تھا اورانہوں نے فقہی مسائل میں فقہاء ومحدثین کا طرز اختیار کیا اور یہ دعوت ہندوستان میں تحریک اہل حدیث کے نام سے موسوم ہوئی۔ (۴)

اورمزید ہندوستان کے علماء حدیث کی خدمات حدیث کا اعتراف کرتے ہوئے علامہ رشید رضا مصریؒ (م۱۳۵۴ھ)

(۱) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات،ص:۳۷-۳۸ (مولانا محمد مستقیم سلفی) (۲) المصدر السابق ص:۵۰-۵۱ (مولانا محمد مستقیم سلفی)

(۳) المصدر السابق،ص:۵۳،۵۴،۵۵ (مولانا محمد مستقیم سلفی) (۴) جهود مخلصة فی خدمة السنة المطهرة ص:۸۴،۸۵ (مولانا عبدالرحمٰن عبدالجبار الفریوائی)

لکھتے ہیں: ''اگر اس زمانے میں ہمارے ہندوستانی علماء علم حدیث کی طرف توجہ مبذول نہ فرماتے تو مشرقی ممالک سے علم حدیث زوال پذیر ہو چکا ہوتا''۔(۱)

اشاعت حدیث کے سلسلے میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''جماعتی لحاظ سے جائزہ لیا جائے تو ماننا ہوگا کہ برصغیر میں جماعت اہل حدث نے حدیث کی خدمت ایک اہم علم کی حیثیت سے کی ہے، اس کی نظر میں کسی مسلک یا شخصیت کی بات نہ تھی، نہ کسی کی جانب داری کا سوال تھا، قرون اولی میں محدثین کرام کا منہج اس کے سامنے تھا، جماعت کے اسی موقف کا اثر تھا کہ متحدہ ہندوستان میں حدیث کی اشاعت ہوئی، حدیث کی کتابوں سے لوگ روشناس ہوئے''۔(۲)

علم حدیث کی تدریس کا ثمرہ ونتیجہ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ سے پہلے علم حدیث سے وہ دلچسپی ووابستگی نہ تھی جو بعد میں پیدا ہوئی اور اس وقت جو نصاب رائج تھا اس میں صرف حدیث کی ایک کتاب ''مشکاۃ المصابیح'' اور تفسیر میں جلالین اور بیضاوی اور فقہ میں ہدایہ وشرح وقایہ پڑھائی جاتی تھی، ان کے علاوہ چالیس پچاس کتابیں معقولات کی تھیں، لیکن شاہ صاحب کے عہد میں درس نظامی میں کتب احادیث کو شامل درس کرنے کے باعث علم حدیث پڑھنے پڑھانے کا شوق پیدا ہوا۔

مولانا سید سلیمان ندوی ؒ اپنے ہم عصر مناظر احسن گیلانی کی ایک کتاب پر نقد وتبصرہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں: ''صحاح ستہ کی تعلیم ہی کا یہ اثر ہے کہ شاہ صاحب کے عہد سے آج تک بحمد اللہ اس مسلک میں بدعات وخرافات کا زور گھٹ رہا ہے اور سنت کا شوق بڑھ رہا ہے اور اب فقہاء بلکہ صوفیاء بھی ہر عربی عبارت کے ٹکڑے کو حدیث کا درجہ ومرتبہ نہیں دیتے، اور نہ اقوال تابعین، مرسلات ومنقطعات کو حدیث مرفوع ومتصل کا ہم پایہ سمجھا جاتا ہے''۔(۳)

خلاصۂ بحث:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث خدمات حدیث کے لیے ہمیشہ سے کوشاں رہی اور اس جماعت حقہ ہی کی بدولت ہندوستان میں علم حدث کو عروج حاصل ہوا، اور عوام الناس میں حدیث نبوی کی اہمیت وفضیلت اجاگر ہوئی اور انہیں خدمات حدیث کا نتیجہ ہے کہ آج ہندوستان میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ تو ہم طالبان علوم نبوت کو زیادہ سے زیادہ علم حدیث کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

☆☆☆

(۱) مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ بحوالہ پاک وہند میں علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص:۷۷۔

(۲) مقدمہ مترجم سنن ابی داود:۱/۲۸ (مجلس علمی دار الدعوۃ نئی دہلی)

(۳) پاک وہند میں علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث، ص:۵۸-۵۹ (ارشاد الحق اثری)

جائز اور ناجائز حق آزادی

مستفیض الرحمٰن محمد ریحان
متعلم جامعہ سلفیہ بنارس

آزادی کسے پیاری نہیں، یہ ایک ایسی چیز ہے جو فطرت سے مرتبط وہم آہنگ ہے، خواہ اشرف المخلوقات اور اعز البرایا انسان ہو خواہ پرندے اور درندے، چاہے محلات وقصور میں زندگی کے ایام کاٹنے والا ہو چاہے پھوس کی جھونپڑیوں میں زندگانی کی گھڑیاں گزارنے والا، الغرض ہر ایک ذی روح کو آزادی زندگی پیاری ہے، اگر وہ چھن جائے تو ہر قیمت پر اسے دوبارہ حاصل کرنے کی جان لگا دیتا ہے، آزادی کے بغیر تصور حیات سے اس جسد نا تواں کے روئیں روئیں کانپ اٹھتے ہیں، غلامی کے سلاسل واغلال کا خیال آتے ہی انسان تو انسان حیوان تک کا یہ حال ہے کہ ظلم ووحشت اور طغیانی وبربریت کے عمیق کھڈ کا تصور ان کی آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگتا ہے۔

مجھے یقین جازم ہے کہ میری ان تمام باتوں سے سبھی متفق ہوں گے، تاہم جیسے ہر ایک چیز کا ایک دائرہ ہوتا ہے، ہر ایک شئی کی ایک حد ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح آزادی کی بھی ایک حد ہے اور اس کا ایک مستقل اور جامع معنی ہے، اب اگر کوئی فرد یا جماعت اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو اور وہ اسے ہر محل ومقام پر منطبق کرنے کی جد وجہد میں توانائی صرف کرے تو لامحالہ یہ جہالت ہوگی، آزادی کے کئی ناحیے سے کئی معانی کئے جاتے ہیں جیسے ایک فکری آزادی ہوتی ہے اور ایک جسمانی آزادی، اس کی مثال میں ہم ان افراد سے دے سکتے ہیں جو قریبا آج سے ۶۳ سال پہلے انگریزوں کی غلامی سے جسمانی طور پر آزاد ہو چکے ہیں، اب فرنگیوں کی ان پر کچھ نہیں چلنے والی، اب یہ خود اس ملک کے صاحب امر ونہی ہیں، تاہم فکری غلامی سے اب بھی یہ مکمل آزاد نہیں، اور ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ ان کے اعمال، حرکات وسکنات، ان کی فکری غلامی کا غماز ہے، جیسے ان فرنگیوں کے اکثر عادات واطوار کو اپنانا، ان کا سا بننے کی کوشش کرنا گرچہ مشرقی اقدار کے صریحا خلاف ہو۔

لوگوں نے آزادی کے مفہوم کو بیجا وسعت دے دی اور صحیح مفہوم سے ہٹ کر معنی لیا، ہر جائز وناجائز اقدام کو آزادی سے تعبیر کیا، اس کا نتیجہ کیا ہوا آپ خود دیکھ لیجئے! عہد نبوی سے قبل عورت کا حال یہ تھا کہ اسے معاشرہ میں اختیارات وحقوق حاصل نہ تھے، اسے رائے دہی کی آزادی نہ تھی، صلاح ومشورے سے دور رکھا جاتا، قابل ننگ وعار سمجھا جاتا، بلکہ ایک طرح سے ہر قسم کے جائز حقوق سے مسلوب ہو کر زندگی گزارنے پر مجبور تھی، مگر اسلام آیا تو آزادی کے صحیح مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے اس کے تمام ضروری حقوق دلائے، اپنے مستوی کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا، فطری تقاضوں اور خوبیوں کا پیکر مجسم بنا دیا، اور انہی چیزوں کے فقدان کا رونا عورت عرصہ دراز تک روتی رہی اور آزادی کی بھیک مانگتی رہی، جب اسلام نے آزادی دی تو اس جائز حق آزادی کو پا کر پہلی بار اسے احساس ہوا کہ آزادی کیا چیز ہے، پردے میں رہنے کا حکم دیا، صوم وصلاۃ کی پابندی کی تاکید کی اور فطری تقاضوں اور جبلی صلاحیتوں کو صیقل کرتے رہنے کی ہدایت دی، فرمایا:

"وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن .. " الخ۔ (نور:۳۱)

ترجمہ: مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں......۔(الخ)

اس آیت کریمہ کے اندر اللہ رب العالمین نے عورت کے عصمت و ناموس کے تحفظ کے ذرائع بتلا دیئے، اور اب اس دور میں آیئے! انہوں نے کیا سوچا؟ نئی نسل اسلام دشمنوں کی جال میں پوری طرح الجھ گئی اور ان کی آواز سے آواز ملاتے ہوئے کہنے لگی کہ اسلام کا نظام حجاب کچھ صحیح نہیں، اس میں عورت مقید ہو جاتی ہے، اسے آزادی ملنی چاہئے، مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئے، اور جب اس سے متاثر ہو کر عورت اللہ کے مقرر کردہ آزادی کی حد سے آگے بڑھی تو آپ دیکھئے کہ کس طرح عورت آج ہر آن و ہر جگہ استحصال کا سب سے بڑا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔

میں پوچھتا ہوں یہ کون سی آزادی کے طلبگار ہیں؟ وہی جو عورت کو انسان نہیں حیوان بنا دے؟ وہی جس میں عورت پھر سے جاہلیت سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے؟ وہی جس کے نتیجہ میں ایسے واقعات وحادثات رونما ہوں جن کے سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جائیں؟ وہی جس کے بعد انسانیت مارے شرم کے منہ چھپاتی ہوئی نظر آئے؟ میرے بھائیو! یہی ناجائز حق آزادی ہے، ان کو اللہ سبحانہ وتعالی کی عطا کردہ آزادی پسند نہ آئی، رب ذوالجلال کا بنایا ہوا ضابطہ انہیں نہ بھایا، نتیجتاً عورت آج غیر محفوظ اور ہر طرف سے مایوس ہے، بسا اوقات صرف اپنی موت کا منتظر ہوتی ہے۔

بعض لوگوں نے آزادی میں توسع کو صرف عورت اور صنف نازک سے نہ جوڑا بلکہ تمام لوگوں سے جوڑا، بتایا گیا کہ آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیشہ قوانین سے بندھے رہو، کسی سے محبت وعشق کا دروازہ وا نہ کرو، ہمیشہ ایک ہی قسم کا لباس زیب تن کئے رہو، بلکہ زمانہ کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ خود کو بدلو، اب وہ صحابہ وتابعین اور غربت وترقی سے بعد کا دور نہیں بلکہ غالب اقوام کی اقتداء کرو، آزادی سے ہر کام کرو، لباس میں، عمل میں، طرز تعایش میں اور اختراعات جدیدہ کے استعمال میں وغیرہ وغیرہ، لیکن اس میں بھی ایک حد ہے، حد کی لکیر سے تجاوز کیا، نتیجتاً اپنی شناخت آپ کھو بیٹھے، انہیں مدارس کا پابند ماحول کھٹکنے لگا اور باہر کی دنیا کی فحاشی وعریانیت ان کی آنکھوں میں رچ بس گئی، اصل آزادی اسے ہی تصور کرنے لگے اور شعائر اسلامی کی پابندی کو غلامی کی زنجیر تصور کیا، پنج وقتہ نماز اور اسلامی لباس کو قدامت پسندی اور تصوف سے جوڑا، ظاہری طور پر آزادی کی فضا میں سانس لینے کو، جو دراصل الحاد واباحیت کی راہ ہے، دنیا کی عظیم نعمت گردانا اور اس ناجائز حق آزادی کی طلب میں اتنے آگے بڑھے کہ اب مدارس اور اسلامی قوانین کے خلاف زہر افشانی پر اتر آئے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ بات کرتے ہیں آزادی کی مگر وہ جاتے ہیں آزادی سے غلامی کی طرف، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر کا کھانا چھوڑ دے، اسے مکروہ اور بیکار گردانے اور دوسروں کے گھر جا کر کھائے، یا اپنا لباس پسند نہ کرے، اسے دھتکار دے اور دوسرے کا لباس زیب تن کرے، اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ افکار میں کس قدر انحراف پیدا ہو چکا ہے، ان کے

قلوب کس قدر مسخ ہو چکے ہیں، بھلا بتائیے وہ نظام جو اعلی وارفع ہو اور اس پر مزید یہ کہ اپنا ہو، وہ کیونکر دوسرے، پرایے کے نظام کو صحیح کہہ سکتا ہے، کیسے خرافات کی پیروی پر اتر آتا ہے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی کہی بات آج حرف بحرف پوری ہو رہی ہے:

"لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو القذة بالقذة حتى لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه".

البتہ تم لوگ اپنے سے ماقبل لوگوں کی قدم کی اقتداء کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہو جائیں تو تم بھی (بغیر کچھ سوچے) داخل ہو جاؤ گے"۔

دراصل موجودہ دور میں آزادی کے باعزت نام اور لفظ کو بعض نااہل لوگوں نے اس قدر غلط مفہوم دے دیا ہے کہ آزادی کا لفظ کانوں پر پڑتے ہی ایک ثانیہ کے لیے انحراف واباحیت کی تصویر سامنے آجاتی ہے، سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ کہیں آزادی کی کنجی ملتے ہی ظلمت وتاریکی اور بے راہ روی کے ڈگر پر قدم رکھنے کی تیاری تو نہیں ہو رہی؟ افسوس ایک محترم نام کی لوگوں نے شبیہ ہی بگاڑ دی ہے، ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم اس آزادی کے حصول میں اپنی توانائی صرف کریں جس سے ہم شریف ونبیل کہے جائیں، اس قسم کی آزادی کے پیچھے ہماری مسلسل محنت وجانفشانی کو تاریخ کے اندر سنہرے حروف میں لکھے جائیں اور ہر نئی نسل کے یہاں تاابد باعث افتخار بنی رہے، ورنہ اس قسم کے حق آزادی کے مطالبے سے کیا فائدہ جو فطرت کو پلٹ دے اور تعریف وستائش کے بجائے نفرت وحقارت اور سب وشتم قیامت تک سننی پڑے؟

جی ہاں! جائز حق آزادی کے ضمن میں ہم بات کر رہے ہیں ان مجاہدین آزادی کی جنہوں نے ظالم فرنگیوں سے آزادی کے حصول کے لیے جی جان لگادی، علماء نے اپنے علم بے پایاں سے، بہادروں نے زور بازو سے، وکیلوں نے اپنے زیرک ذہانت سے جبکہ معذوروں اور عورتوں نے کبھی آزادی کے طلبگاروں اور جوش سے بھرے ہوئے بہادروں کی ضیافت کر کے اور کبھی پیٹھ تھپتھپا کے، جی ہاں! ہم بات کر رہے ہیں ان نوجوانوں کی جو اب تک ظلم کی قید میں زندگی کے ایام گزارنے پر مجبور ہیں، جی ہاں! ہم بات کر رہے ہیں ان مجبور ومقہور لوگوں کی جو آزاد رہنے کے باوجود حقیقی آزادی سے محروم ہیں۔

انہیں انصاف ملنا چاہئے، وہ بھی اس ملک کے ہی شہری ہیں اور حب الوطنی ان کی خمیر میں رچی بسی ہے۔

☆☆☆

اعلان داخلہ برائے مدرسہ احمدیہ سلفیہ

جامعہ سلفیہ بنارس سے ملحق ادارہ مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ میں جولائی ۲۰۱۱ء سے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوگا، شعبۂ حفظ اور عربی درجات اولی متوسطہ سے ثالثہ کلیہ میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ اپنی درخواستیں ۱۵/جون تک ذیل کے پتہ پر ارسال کر کے طعام وقیام اور داخلہ کی منظوری اور داخلہ فارم حاصل کرلیں، ۱۶/جون سے ۳۰ تک مدرسہ میں داخلہ کی کارروائی جاری رہے گی۔

محمد انور علی آروی: 9934247575
مساعد ناظم مدرسہ احمدیہ سلفیہ، ملکی محلہ، آرہ
ضلع بھوجپور، بہار: ۸۰۲۳۰۱

مسابقہ برائے تحریر وتقریب تقسیم انعامات

حسب سابق امسال بھی جامعہ سلفیہ میں تقریری وتحریری مسابقے منعقد ہوئے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

عناوین برائے سالانہ تحریری مسابقہ ۱۴۳۲ھ=۲۰۱۱ء:

مرحلہ	منتخب عناوین	زبان
برائے فضیلت: اول، ثانی، ثالث	جهود المحدثين في خدمة الحديث النبوي في القرن الثالث	عربی
’’	اسلام کا نظام افتاء قرآن وحدیث کی روشنی میں	اردو
برائے عالم ثانی	أحسن الأقوال في تربية الأطفال	عربی
’’	”شرع من قبلنا“ کی حجیت ایک اصولی جائزہ	اردو
برائے عالم اول	مكانة الأخلاق الفاضلة في الإسلام	عربی
’’	قرآن کریم کے حقوق اور اس کے فضائل	اردو

عناوین برائے سالانہ تقریری مسابقہ ۱۴۳۲ھ=۲۰۱۱ء:

مرحلہ	منتخب عناوین	زبان	تاریخ انعقاد	مقام انعقاد
برائے فضیلت: اول، ثانی، ثالث	نظام اسلام بقاء امن وصالحیت کا ضامن	اردو	۷/اپریل ۲۰۱۱ء	قاعة المحاضرات
’’	التحديات التي لقيها علماء الهند في سبيل الدعوة	عربی	۲۱/اپریل ۲۰۱۱ء	قاعة المحاضرات
برائے عالم ثانی	عزتِ نفس اور خودداری	اردو	۳۱/مارچ ۲۰۱۱ء	مسجد جامعہ
’’	الحدود وحكمها في ضوء الكتاب والسنة	عربی	۱۴/اپریل ۲۰۱۱ء	قاعة المحاضرات
برائے عالم اول	الحب في الله والبغض في الله کا مفہوم	اردو	۳۱/مارچ ۲۰۱۱ء	قاعة المحاضرات
’’	كيف تقوم بالدعوة إلى الله؟	عربی	۱۴/اپریل ۲۰۱۱ء	مسجد جامعہ

تفصیل اسمائے فائزین برائے مرحلہ فضیلت:

نمبر شمار	اسماء فائزین	مرحلہ	نوعیت مسابقہ	نوعیت پوزیشن
۱	عبد الفتاح عبد الودود	فضیلت۲	تحریری (عربی)	اول
۲	محمد اسلم محمد اکبر علی	فضیلت۳	تحریری (عربی)	دوم

۳	حسن البناء عبدالغفور	فضیلت۲	تحریری (عربی)	سوم
۱	محمد اسلم محمد اکبر علی	فضیلت۳	تحریری (اردو)	اول
۲	حسن البناء عبدالغفور	فضیلت۲	تحریری (اردو)	دوم
۳	عبدالرزاق محمد یوسف	فضیلت۲	تحریری (اردو)	سوم
۱	حسن البناء عبدالغفور	فضیلت۲	تقریری (عربی)	اول
۲	عبدالباری شفیق احمد	فضیلت۳	تقریری (عربی)	دوم
۳	مستفیض الرحمٰن محمد ریحان	فضیلت۳	تقریری (عربی)	سوم
۱	راشد حسن فضل حق	فضیلت۳	تقریری (اردو)	اول
۲	مبارک حسین محمد عمر	فضیلت۳	تقریری (اردو)	دوم
۳	صفی الرحمٰن محمد اشفاق حسین	فضیلت۲	تقریری (اردو)	سوم

تفصیل اسمائے فائزین برائے مرحلہ عالم ثانی:

نمبر شمار	اسماء فائزین	مرحلہ	نوعیت مسابقہ	نوعیت پوزیشن
۱	محمد حامد محمد شفیع	عالم ثانی	تحریری (عربی)	اول
۲	حامد مختار مختار احمد	عالم ثانی	تحریری (عربی)	دوم
۱	محمد حامد محمد شفیع	عالم ثانی	تحریری (اردو)	اول
۱	محمد حامد محمد شفیع	عالم ثانی	تقریری (عربی)	اول
۲	شہاب الدین سراج الدین	عالم ثانی	تقریری (عربی)	دوم
۳	محمد عمر محمد یوسف	عالم ثانی	تقریری (عربی)	سوم
۱	محمد حامد محمد شفیع	عالم ثانی	تقریری (اردو)	اول
۲	محمد عمر محمد یوسف	عالم ثانی	تقریری (اردو)	دوم
۳	حسان ابوالمکرّم	عالم ثانی	تقریری (اردو)	سوم

تفصیل اسمائے فائزین برائے مرحلہ عالم اول:

نمبر شمار	اسماء فائزین	مرحلہ	نوعیت مسابقہ	نوعیت پوزیشن
۱	سمیع اللہ محمد ادریس	عالم اول	تحریری (عربی)	اول
۲	عطاء الرحمٰن حبیب الرحمٰن	عالم اول	تحریری (عربی)	دوم
۳	عبداللہ تمجید عالم	عالم اول	تحریری (عربی	سوم
۱	صبغت اللہ رحمت اللہ	عالم اول	تحریری (اردو)	اول
۲	محمد نعیم رحمت اللہ	عالم اول	تحریری (اردو)	دوم
۳	اکبر علی اختر علی	عالم اول	تحریری (اردو)	سوم
۱	عبداللہ کلیم اللہ	عالم اول	تقریری (عربی)	اول
۲	عطاء الرحمٰن حبیب الرحمٰن	عالم اول	تقریری (عربی)	دوم
۳	عبداللہ تمجید عالم	عالم اول	تقریری (عربی)	سوم
۱	شبیر احمد عبید الرحمٰن	عالم اول	تقریری (اردو)	اول
۲	سہیل احمد شہید احمد	عالم اول	تقریری (اردو)	دوم
۳	عبداللہ تمجید عالم	عالم اول	تقریری (اردو)	سوم

۱/۵/۲۰۱۱ء کو ان مسابقوں میں شریک ہونے والے طلبہ کے درمیان تقسیم انعامات کی غرض سے قاعۃ المحاضرات میں ایک شاندار پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت جامعہ کے صدر ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب/حفظہ اللہ نے فرمائی اور نظامت کے فرائض شیخ عبدالرحیم ریاضی صاحب نے انجام دیا، پروگرام کا آغاز حسان ابوالمکرّم کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد شیخ الجامعۃ مولانا نعیم الدین صاحب مدنی/حفظہ اللہ نے خطابت وصحافت کی افادیت پر خطاب فرمایا، بعدہ ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی/حفظہ اللہ نے خطاب فرمایا جس میں آپ نے طلبۂ جامعہ کو فراہم کی جانے والی بعض سہولیات کا ذکر کرتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی، اس کے بعد صدر جلسہ ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب نے اپنا صدارتی خطاب پیش کیا، اور اخیر میں مسابقے میں پوزیشن لانے والے طلبہ کو گراں قدر نقد انعامات سے نوازا گیا۔

عبید اللہ الباقی عبد السلام/ف ۲
ناظم ندوۃ الطلبہ/جامعہ سلفیہ، بنارس

اخبار جامعہ

پروفیسر شیخ عبدالعزیز الفریح کی تشریف آوری:

۱۰/اپریل کی شب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مقرر استاذ پروفیسر عبدالعزیز محمد الفریح (رئیس قسم فقہ السنۃ ومصادرھا) اپنے بھائی شیخ عبدالرحمن الفریح کے ہمراہ جامعہ سلفیہ تشریف لائے، شیخ الجامعہ صاحب ودیگر اساتذہ کرام نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا، دوسرے دن صبح ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد محترم ناظم اعلی جامعہ سلفیہ کے ساتھ جامعہ کے بعض شعبے المنار بوائز اسکول، کلیۃ امہات المومنین، شعبۂ متوسطہ وثانویہ کی زیر تعمیر عمارت، سیٹی سنٹر اور اندرون جامعہ جامعہ کے شعبہ جات خصوصا مکتبہ عامہ میں نئی تعمیر اور زیر مسجد ہال جدید کا معائنہ فرمایا، اس کے بعد جامعہ اسلامیہ میں داخلہ کے لیے منتخب طلبہ کا انٹرویو لیا، پھر جامعہ کے سیمینار ہال میں پروجیکٹر کا افتتاح فرمایا، بعد ازاں سیمینار ہال میں منعقد استقبالیہ پروگرام میں صدر جامعہ سلفیہ ڈاکٹر جاوید اعظم صاحب نے آپ کی آمد کے مناسبت سے ترحیبی کلمات پیش کئے اور اپنے ودیگر اراکین، انتظامیہ واساتذہ وطلبہ کی طرف سے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی تشریف آوری کو جامعہ اسلامیہ اور جامعہ کے درمیان جو قدیم رشتہ ہے اس کا امتداد قرار دیا۔

اس کے بعد مہمان گرامی نے حاضرین کو خطاب کیا اور جامعہ سلفیہ میں اپنی آمد پر مسرت کا اظہار فرمایا، نیز ذمہ داران جامعہ کا تکریم وضیافت پر شکریہ ادا کیا۔

نیز طلبۂ جامعہ کو دوسرے جامعہ کے طلبہ جو تفوق وامتیاز حاصل ہے اس کو سراہا اور طلبہ کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا اور انہیں اللہ کا تقوی اور حسن عمل کے زیور سے آراستہ ہونے کی تاکید فرمائی نیز حصول علم کے لیے جہد پیہم اور دین حنیف کی اشاعت کا جذبہ رکھنے کی ترغیب دی۔ مہمان موصوف نے اس بات کو ذکر کیا کہ جامعہ سلفیہ ہندوستان میں جامعہ اسلامیہ کی فرع کی حیثیت سے ہم دیکھتے ہیں، اس لیے بھی اس کے طلبہ کی ذمہ داری دوچند ہو جاتی ہے۔

اس پروگرام میں محترم صدر ومحترم ناظم اعلی کے علاوہ نائب صدر مولانا شاہد جنید سلفی صاحب ومولانا احسن جمیل صاحب مدنی، محترم شیخ الجامعہ صاحب واساتذہ کرام وطلبہ عزیز موجود رہے۔

اس کے بعد مہمان گرامی محترم صدر جامعہ وناظم اعلی صاحبان کے ہمراہ ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

☆ بتاریخ ۱۰/اپریل ۲۰۱۱ء بروز اتوار لکھنؤ یوپی میں عظمت صحابہ واہل بیت کے تعلق سے ایک کانفرنس زیر اہتمام صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی منعقد ہوئی، کانفرنس کی صدارت صوبائی جمعیت مشرقی یوپی کے امیر مولانا شہاب الدین نے کی، کانفرنس میں سیمینار اور اجلاس عام دونوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔

اس کانفرنس میں جامعہ سلفیہ کے صدر ڈاکٹر جاوید اعظم حفظہ اللہ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی اور اجلاس عام کو خطاب کیا، اہم مہمانوں میں ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث اور دیگر اعیان جماعت شریک ہوئے، امام وخطیب مسجد جدہ شیخ ماجد بن عبدالغنی کی پر جوش تقریر حاصل کانفرنس تھی۔

☆☆☆

☆ ۱۶/اپریل کو رئیس الجامعۃ السلفیۃ ڈاکٹر جاوید اعظم اور ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود صاحب بنگلور کے ممتاز تعلیمی ادارہ ''کلیۃ الحدیث والدراسات الاسلامیۃ'' کے ایک روزہ پروگرام میں تشریف لے گئے، یہ پروگرام برائے تقسیم اسناد دارالسلام ہال کوئنس روڈ

بنگلور میں زیر صدارت مولانا انیس الرحمٰن اعظمی منعقد ہوا تھا،تقریب میں رئیس الجامعہ اور ناظم اعلی صاحب نے بھی خطاب فرمایا،آخر میں طلباء کومہمانوں کے بدست گراں قدر انعامات سے نوازا گیا۔

☆☆☆

☆ ۱۷/اپریل کو جامعہ محمدیہ بنگلور کے ۲۲ویں اجلاس برائے تقسیم انعامات میں رئیس الجامعہ اور ناظم اعلی حفظہما اللہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی، یہ اجلاس مدرسہ محمدیہ مالیگاؤں کے صدر مولانا ارشد مختار کے زیر صدارت منعقد ہوا، آپ دونوں حضرات نے اس اجلاس میں سامعین کو اپنے پرمغز خطاب سے نوازا۔

☆☆☆

سیمینار مولانا محمد رئیس ندوی: حیات اور کارنامے:

ضلعی جمعیت اہل حدیث سدھارتھ نگر لائق مبارکباد ہے کہ اس نے مولانا محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ حیات وکارنامے کے عنوان سے ایک عظیم الشان دوروزہ سیمینار بتاریخ ۲۰-۲۱/اپریل ۲۰۱۱ء ٹیکنیکل کالج ڈومریا گنج میں منعقد کیا اور جس میں ملک وبیرون ملک سے مقالہ نگاروں نے شرکت فرمائی اور مولانا موصوف کے عظیم علمی وتصنیفی کارناموں کے بعض نواحی کو اجاگر کیا۔

پروگرام کے افتتاحی اجلاس کی صدارت ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس حفظہ اللہ پروفیسر جامعہ ام القری ومدرس حرم مکی شریف نے فرمائی۔

مولانا محمد مستقیم سلفی ومولانا نور الہدی سلفی نے بطور مقالہ نگار اس سیمینار میں شرکت فرمائی اور اپنے مقالے پیش کئے،صدر جامعہ ڈاکٹر جاوید اعظم عبد العظیم صاحب نے اس سیمینار کے آخری نشست کی صدارت فرمائی۔

اس سیمینار کے اہم شرکاء میں شیخ اصغر علی امام مہدی ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، شیخ عبد الرزاق،مولانا عبد السلام رحمانی بونڈیہار،مولانا عبد السلام سلفی ممبئی، شیخ احمد مجتبیٰ دہلی،مولانا عبد المنان سلفی وکیل الجامعہ سراج العلوم جھنڈانگر،مولانا ابو العاص وحیدی شیخ الجامعہ قاسم العلوم بلرام پور، ڈاکٹر لیث محمد مکی وغیرہ تھے۔

سالانہ امتحان اختتام پذیر

جامعہ سلفیہ کا سالانہ امتحان ۱۱/مئی ۲۰۱۱ء کو شروع ہوکر ۲۲/مئی ۲۰۱۱ء کو اختتام پذیر ہوا، اس امتحان میں مجموعی طور پر عربی درجات کے (۵۳۱) طلباء شریک ہوئے جن میں جامعہ کی شاخوں کے طلباء کی تعداد (۲۰۰) تھی۔

یہ امتحان پانچ نشست گاہوں، مسجد جامعہ، زیر مسجد ہال، بالائی مسجد، قاعۃ المحاضرات اور دار الحدیث میں ہوئے۔

بعض اسباب کی بنا پر جمعہ کے دن بھی امتحان لیے گئے۔

امتحان کا وقت صبح ساڑھے سات بجے سے ساڑھے دس بجے تھا۔

اس امتحان کی تیاری کے لیے اسباق ۵/مئی سے بند کردیئے گئے۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں سالانہ تعطیل:

جامعہ سلفیہ میں سالانہ تعطیل ۲۳/مئی ۲۰۱۱ء بروز سوموار سے شروع ہوکر ۴/جولائی کو ختم ہوگی اور جامعہ دوبارہ ۵/جولائی ۲۰۱۱ء کو کھلے گا۔

۳/جولائی کو داخلہ امتحان ہوگا، تعلیم کا باضابطہ آغاز اس کے بعد ہوگا، نیز جامعہ میں ضمنی امتحان ۱۰/جولائی ۲۰۱۱ء بروز اتوار شروع ہوگا، ان شاء اللہ۔ (ادارہ)

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن رسنٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ

☆برقع تہذیبی شناخت ہے،فرانسیسی موقف غلط: برطانیہ:

کسی بھی قوم ، طبقے ،فرقے سے اس کی تہذیبی شناخت چھیننے کو غیر مہذب عمل قرار دیتے ہوئے ایک برطانوی وزیر نے فرانس میں برقع پر پابندی کو احمقانہ فیصلے سے تعبیر کیا ہے،کمیونیٹیز اور لوکل گورنمنٹ کے برطانوی وزیر ایرک پیکلس نے کہا کہ نقاب مخالف اقدام تہذیبی ہم آہنگی کے حوالے سے نا قابل فہم ہی نہیں ، برطانیہ کے لیے قطعی طور پر لائق پرہیز بھی ہے، انہوں نے جذباتی سطح پر کسی فرد یا گروہ کو تکلیف پہنچا کر دہشت گردی سمیت کسی بھی معاشرتی خرابی کو دور نہیں کیا جا سکتا۔

(ماہنامہ اللہ کی پکار، نئی دہلی، مئی ص ۱۱۹)

☆گوانتاناموے قیدخانہ کا نیا راز: وکی لیکس:

امریکہ خفیہ دستاویزات شائع کرنے والی ویب سائٹ وکی لیکس نے نیا انکشاف کیا ہے کہ امریکی حکام یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ گوانتانامو قیدخانہ میں زیادہ تر افراد بے گناہ ہیں یا بہت نچلی سطح کے آپریٹیو ہیں، جن میں سے اکثر قیدیوں کو تحقیقات کے دوران استغاثہ نے بے قصور پایا۔ (سنڈے انڈین ،۲-۵ رمئی ص ۱۲)

☆مہاراشٹر کے مسلم وکلاء کی تاریخی پیش قدمی:

مہاراشٹر کے مسلم وکلاء نے وحدت اسلامی کے زیر انتظام ''آل انڈیا مسلم ایڈووکیٹ کنونشن'' میں حاضر ہو کر اپنی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کیا، پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم کی اس آیت سے ہوا کہ (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''وہ لوگ جو کمزور پا کر دبائے گئے ہیں ان کی مدد مسلمانوں پر لازم ہے''۔

وحدت اسلامی کے سکریٹری جنرل نے پروگرام کا مقصد بتایا کہ قانون سماج میں لوگوں کے حقوق متعین کرتا ہے،اگر یہ نہ ہو تو سماج انتشار کا شکار ہو جائے۔لہذا مسلم وکلاء کا ایک ایسا نظام ہونا چاہئے جو قانون تعاون کے لیے بڑے شہروں کے ساتھ ساتھ تحصیل کی سطح تک اپنے نمائندے تیار رکھیں۔ (سنڈے انڈین ۲ تا ۱۵ رمئی ص ۱۳)

☆بابری مسجد ملکیت مقدمہ میں ہائی کورٹ کا فیصلہ کچھ عجیب ہے: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے بابری مسجد ملکیت مقدمہ میں الہ آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلہ پر روک لگا دی، جس میں اجودھیا کی متنازعہ آراضی کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

سپریم کورٹ نے کہا کہ یہ عجیب فیصلہ ہے، کیونکہ کسی بھی فریق نے آراضی کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

(راشٹریہ سہارا لکھنؤ، ۱۰ رمئی ۲۰۱۱ء، ٹائمز آف انڈیا، ۱۰ رمئی ۲۰۱۱ء) ☆☆

باب الفتاوی

سوال: کسی شخص کو نماز وتر تین رکعتیں پڑھنی ہو تو کیا وہ دو سلاموں کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ یعنی دو پڑھ کر سلام پھر دے، پھر ایک رکعت پڑھے، قرآن وحدیث سے واضح فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب ومنہ الصدق والصواب:

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ نماز وتر کی تین رکعات اس طرح ادا کرنا کہ دو رکعات پڑھ کر سلام پھر دیں، پھر الگ سے ایک رکعت ادا کرلیں، بالکل صحیح ودرست اور سنت نبوی کے مطابق ہے، اور اس طرح وتر پڑھنا آپ ﷺ کے قول وفعل سے ثابت ہے، اب اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص (ایک صحابی رسول) نے رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "صلاة الليل مثنى مثنى فإذا خشي أحدكم الصبح صلى ركعة واحدة توتر له ما قد صلى"۔ (صحیح البخاری، ابواب الوتر، باب ماجاء فی الوتر ح:۹۹۰) یعنی رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تم میں سے کسی کو صبح ہوجانے کا ڈر ہو تو وہ ایک رکعت ادا کرلے، جو نماز اس نے ادا کی ہے وہ اسے وتر بنادے گی۔

اس طرح ایک دوسری حدیث جو حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے: "أن رسول الله ﷺ يصلى من الليل احدى عشرة ركعة يوتر منها بواحدة فإذا فرغ منها اضطجع على شقه الأيمن" (صحیح مسلم ح:۷۳۶، ابوداود، کتاب التطوع، باب صلاۃ اللیل ح: ۱۳۳۵) یعنی بلاشبہ نبی کریم ﷺ رات کو گیارہ رکعات نماز ادا کرتے، ان میں سے ایک رکعت وتر پڑھتے، جب اس سے فارغ ہوجاتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے: "كان رسول الله ﷺ يفصل بين الوتر والشفع بتسليمة ويسمعناها"۔ (مسند احمد:۹/۳۳۳، صحیح ابن حبان:۲۴۳۳، فتح الباری شرح صحیح البخاری:۲/۴۸۲ کے اندر حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے اس حدیث کی سند کو قوی کہا ہے)۔

حضرت انس بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر ؓ سے کہا: صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں مجھے بتاؤ، ہم ان میں لمبی قرأت کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: "كان النبي ﷺ يصلي من الليل مثنى مثنى ويوتر بركعة ويصلي ركعتين قبل صلاة الغداء"۔ (صحیح البخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر:۹۹۵) یعنی نبی کریم ﷺ رات کو دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے، اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی طویل حدیث میں بھی ایک رکعت وتر کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم:۷۶۳)

ان قولی وفعلی احادیث صحیحہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول جناب محمد ﷺ کا یہی معمول تھا کہ آپ ﷺ رات کو دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے، پھر آخر میں ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ لہذا وتر سے متعلق تمام احادیث وآثار کو دیکھنے سے یہی صورت افضل معلوم ہوتی ہے۔

اماں عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے: ان النبي ﷺ كان يوتر بركعة كان يتكلم بين الركعتين والركعة" (ابن ابی شیبہ ۲۹۱/۲، محدث کبیر علامۃ الدہر محمد ناصر الدین البانیؒ نے اس روایت کو صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے، ارواء الغلیل ۲/ ۱۵۰) یعنی حضور اکرم ﷺ ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے اور دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان کلام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں: "كان رسول الله ﷺ يسلم في كل ثنتين ويوتر بواحدة" (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی الوتر برکعۃ ح: ۱۱۷۷، ۱۳۵۸) زوائد ابن ماجہ کے اندر اس روایت سے متعلق علامہ بوصیری فرماتے ہیں: "هذا اسناد صحيح رجاله ثقات" یعنی یہ سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۱۸۰، ح: ۳۸۶)

حضرت نافعؒ سے روایت ہے: "ان عبد الله بن عمر كان يسلم بين الركعة والركعتين في الوتر حتى يأمر ببعض حاجته"۔ (صحیح البخاری، کتاب الوتر، باب ما جاء فی الوتر ح ۹۹۱، موطا ص ۱۲۱) یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیر دیتے تھے حتی کہ وہ اپنی کسی حاجت کے لیے حکم کر دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت بکر بن عبداللہ المزنیؒ سے روایت ہے: "ان ابن عمر صلى ركعتين ثم سلم ثم قال ادخلوا إليّ ناقتي فلانة ثم قام فأوتر بركعة" (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۲/۲) یعنی بے شک حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دو رکعت نماز وتر ادا کی پھر سلام پھیر دیا پھر کہا: میرے پاس میری فلاں اونٹنی لے آؤ، پھر کھڑے ہو گئے اور ایک رکعت وتر ادا کیا۔

حضرت العلام محمد ناصر الدین البانیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "هذا اسناد صحيح" یعنی یہ سند صحیح ہے۔ (ارواء الغلیل، امام طحاویؒ نے سعید بن منصور کے طریق سے بیان کیا ہے کہ بکر بن عبداللہ المزنی نے کہا: "صلى ابن عمر ركعتين ثم قال يا غلام ارحل لنا ثم قام فأوتر ركعة" (شرح معانی الآثار ۲۷۹/۱، حضرت العلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف فتح الباری ۴۸۲/۲ میں فرماتے ہیں کہ سعید بن منصور نے دو صحیح سندوں سے روایت کیا ہے۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر کہا: اے لڑکے! ہماری سواری لاؤ، پھر کھڑے ہوئے اور ایک رکعت وتر ادا کی۔

مذکورہ بالا تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعتیں اس طرح ادا کرنا کہ دو پڑھ کر سلام پھر دیں، پھر ایک رکعت ادا کرلیں، بالکل صحیح و درست ہے، امام حاکمؒ فرماتے ہیں: "وقد صح وتر النبي ﷺ بثلاث عشرة واحدى عشرة وتسع وسبع وخمس وثلاث وواحدة وأصحها وتره ﷺ بركعة واحدة" (مستدرک حاکم: ۶۱۰/۱، ح: ۱۱۹) یعنی نبی کریم ﷺ سے تیرہ، گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک رکعت وتر ثابت ہیں اور صحیح ترین آپ ﷺ کا ایک رکعت وتر ادا کرنا ہے۔

بہرکیف قولی و فعلی صحیح احادیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ وتر کی ایک رکعت علیحدہ ادا کرنا بالکل صحیح اور درست ہے، بلکہ اس سلسلہ میں مروی احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی تین رکعتوں کو ایک سلام سے پڑھنے کے مقابلہ میں دو سلاموں سے پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب
ابو عفان نور الہدی عین الحق سلفی مالدہی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس